پیدا ہوتی رہتی ہین، لاہور مین ایک نئی انجمن مجلس عثمانیہ کے نام سے نمودار ہو رہی ہے جس کا مقصد لوگون کے قلوب کو بنو امیہ اور حضرت عثمان کے بغض سے پاک کرنا بتایا جاتا ہے، حال مین اس مجلس کی طرف سے مندرجہ بالا نام کا ایک رسالہ شائع کیا گیا ہے، جس کے مصنف کا نام نہین معلوم، اس رسالہ کا مقصد یہ ہے کہ محرم کی بدعات کو روکا جائے لیکن یہ کسی طرح مناسب ہے اور نہ واقعہ کے مطابق ہے کہ امام حسین علیہ السلام پر خروج، اور بغی و فساد کا الزام عاید کیا جائے اور اُن کے مقابلہ مین عبید اللہ بن زیاد کے اعمال کو قرآن و حدیث کے مطابق بتایا جائے، ہم نہین بتا سکتے کہ اس قسم کی تحریرون سے مجلس عثمانیہ مسلمانون کو کیا فائدہ پہنچا سکتی ہے، قیمت فی کاپی ۲؎ پتہ مجلس عثمانیہ لاہور،

بہار بیخزان، یہ بوستان سعدی کے سدا بہار پھولون کا ایک مختصر سا گلدستہ ہے جسے سید وزارت علیصاحب نے مرتب کیا ہی بچون کے لیے مفید ہے قیمت درج نہین پتہ :- سید وزارت علیصاحب خلف سید مردان علیصاحب مرحوم رسالدار ریاست جودھپور،

توبہ رستم، جناب احمد مختار صاحب بدر مچھلی شہری، مختار دیوریا ضلع گورکھپور کی ایک چھوٹی سی دلچسپ مثنوی ہے، اس کا پڑھنے والا سمجھے گا کہ یہ مثنوی انکی ذاتی تصنیف ہے، مگر واقعہ ایسا نہین ہے، یہ نظم گولڈ سمتھ (Goldsmith) کی "اڈون اینڈ انجلینا" کا ترجمہ ہے، اگر جناب بدر اس حیثیت سے اس کو پیش کرتے تو وہ بہت زیادہ قابل داد تھے، بہر حال مثنوی دلچسپ ہے، قیمت ۳ر ہے اور مصنف سے ملسکتی ہے،

عدد دوم	ماہ رجب ۱۳۴۳ھ مطابق ماہ فروری ۱۹۲۵ء	مجلد شانزدہم

مضامین

شذرات

موجودہ زمانہ مین جبکہ علمی اور عملی دونون حیثیتون سے تصوف کی صورت بالکل مسخ ہو چکی
ہے، اس سلسلے کے مشہور بزرگ مولٰنا عین القضاۃ صاحب کی وفات مسلمانون کے لئے
ایک سخت قومی مصیبت ہے،

مولانائے مرحوم مولٰنا عبدالحئی صاحب فرنگی محلی کے ارشد تلامذہ مین تھے، اور
تحصیل علم سے فارغ ہونے کے بعد ابھی کے زمانہ مین مصروفِ درس وتدریس ہو گئے تھے
اس زمانے مین اوھون نے درس نظامیہ کی مشہور ومتداول کتاب میبذی پر ایک نہایت
بسوط حاشیہ بھی لکھا تھا، جس مین مولٰنا عبدالحئی صاحب کے طرزِ تحریر کی وضاحت اور جامعیت
پائی جاتی ہے، لیکن اس کے بعد حلقۂ ارادت مین شامل ہو کر علم وعمل کا بہترین نمونہ بن گئے
اور تمام عمر نہایت زہد وتوکل کے ساتھ بسر کر دی،

ان کی زندگی ہمارے فقرار وصوفیہ کے لئے اس حیثیت سے نہایت سبق آموز ہے کہ
اُنھون نے یہ زاہدانہ طرزِ معاشرت فقر وفاقہ سے مجبور ہو کر نہین اختیار کیا تھا بلکہ کئی ہزار
روپیہ ماہوار کے صرف سے ایک عظیم الشان مدرسہ قرآنیہ جاری کر رکھا تھا، اور اس کے
مصارف وہ خود اپنی جیب خاص سے بالکل نامعلوم طریقہ پر ادا فرماتے تھے، اس کے علاوہ سال
مین ایک بار تمام شہر کی عام دعوت دیتے تھے، جسکا سلسلہ صبح سے شام تک قائم رہتا تھا،
اب بعض لوگون نے اُن کی سوانحمری لکھنے کا ارادہ کیا ہے، اور ہمین توقع
ہے کہ وہ کتاب جلد سے جلد شائع ہو کر ہمارے فقرار وصوفیہ کے لئے موجب بصیرت ہو گی

ندوہ کی بنیاد جن اغراض ومقاصد کے لئے پڑی تھی، زمانہ انکی اہمیت وضرورت کا روز بروز اعتراف
کرتا جاتا ہے، ہندوستان کے مشہور عربی وانگریزی دونون مدارس اسکی تحریک سے متاثر ہوئے اور حدود ہند
سے گذر کر اس کا اثر دوسرے ممالک اسلامیہ تک پہنچا، نصاب درس مین ترمیم کی ضرورت کو اکثرون نے
تسلیم کیا، طریقۂ تعلیم مین اصلاح کی حاجت بہتون نے محسوس کی، مسلمانون کی باہمی فرقہ آرائیون کے
دور کرنے کی اہمیت کا سب کو اعتراف ہے، لیکن افسوس ہے کہ خود ندوہ جو فضا کی اس تبدیلی و
اصلاح کا باعث خاص ہوا ہے اب تک قوم کی طرف سے وہ التفات واعانت نہ حاصل کر سکا، جسکا وہ
مستحق تھا، مدرسہ و دار الاقامت کی عمارتین اب تک ناکمل ہین، مسجد اس وقت تک تعمیر نہ ہو سکی کتبخانہ
ابھی تک خاطر خواہ وسعت نہ حاصل کر سکا، انتہا یہ ہے کہ ندوہ کا جلسہ سالانہ، جو اسلامی ہند کی علمی ومذہبی
زندگی کا ایک خاص مظہر ہوتا تھا، وہ بھی کئی سال سے منعقد نہ ہو سکا،

قوم کے جمود وبے التفاتی کا شکوہ کرنا مقصود نہین، نہ اس وقت اس کے اسباب وموجبات
پر بحث کرنا ہے، خوشی کی بات یہ ہے کہ کئی سال کے وقفہ کے بعد اب کی مرتبہ مارچ کے دوسرے ہفتہ
مین ندوہ کا سالانہ اجلاس لکھنو مین ہونا قرار پایا ہے، نواب صدر یار جنگ بہادر، جنکو نیازمندانِ قدیم
مولانا محمد حبیب الرحمن خان شروانی، کے نام سے پہچانتے ہین، اور جو ندوہ کے نہایت قدیم ومشہور رکن
ہین، اجلاس کی صدارت فرمائین گے، یہ اجتماع کئی سال کے بعد ہو رہا ہے، اور اپنی گوناگون خصوصیات
کے لحاظ سے خاص طور پر اہم ہو گا، امید ہے کہ تمام ہی خواہانِ علوم مشرقیہ وہمدردانِ اسلام اس موقع پر
کثیر تعداد مین شرکت فرمائین گے، اور ایک بار سنجیدگی کے ساتھ غور کرین گے کہ اگر دار العلوم ندوہ کو زندہ
رکھنے کی ضرورت ہے، تو آیا اس کے اسبابِ زندگی بھی مہیا کرنے کی حاجت ہے یا نہین؟

ماہ گذشتہ مین والیسرائے بہادر نے بڑے تزک واحتشام اور شاہانہ شان وشوکت کے سا
مسلم یونیورسٹی علی گڈہ مین دو گھنٹہ کے لئے قدم رنجہ فرمایا، ارکان یونیورسٹی کے طرف سے مراسم استقب
مین دل کھول کر صرف کیا گیا، اور کورٹ کی جانب سے وائس چانسلر نے جذبات خلوص ونیاز
لبریز سپاسنامہ (ایڈرس) پیش کیا، اب جبکہ اس ورود مبارک کا واقعہ ختم ہوچکا ہے، اور اس کے نتا
کے لئے کوئی انتظار باقی نہین، کیا ارکان یونیورسٹی کی خدمت مین یہ سوال پیش کیا جاسکتا ہے، اگر
بہادر کے ورود سے کیا کیا فوائد اخلاقی یا مادی کسی قسم کے ظہور پذیر ہوئے؟ کیا جو عظیم الشان سرمایہ
استقبال پر صرف کیا گیا تھا، اس کا معاوضہ کسی صورت سے بھی حاصل ہوا؟ ہز ہائنس سرکار عالیہ بھو
ایک لاکھ بیس ہزار کے گرانقدر عطیہ کا تذکرہ اس موقع پر کرنا بالکل نہ ہوگا، بیگم صاحبہ ممدوحہ کی حا
فیاضی کا یہ پہلا منظر نہین، اور وہ نہ کسی خارجی تحریک کی محتاج ہے، سوال صرف والیسرائے بہادر
نتیجہ ورود سے متعلق ہے، کاش ہمارے برادران علی گڈہ گذشتہ تجربات سے فائدہ اُٹھائین اور اب
بھی سمجھین، کہ جس قربان گاہ پر وہ اپنی خودداری، عزت، غیرت، سب کچھ نثار کر رہے ہین، اس
دینی ودنیوی، اخلاقی ومادی، کوئی بھی معاوضہ ادھر سے حاصل ہو رہا ہے؟ مومن کی شان تو
نبوی مین وارد ہوئی ہے، کہ وہ ایک سوراخ سے دوبار نہین ڈسا جاتا،

تحریک ترک موالات کے دھیمے پڑجانے کے بعد سے جو ردعمل ملک مین شروع ہوا ہے
ایک افسوسناک پہلو یہ بھی ہے کہ ملکی زبان (اردو) کی طرف سے تعلیم یافتہ طبقہ مین پھر بے التفاتی
سرد مہری شروع ہوگئی ہے، ترویج اردو کا جوش سرد پڑگیا، اردو اخبارات ورسائل کی اشاعت گھٹ
گئی، اردو مطبوعات کی مانگ کم ہونے لگی، یہان تک کہ قومی انجمنون اور ملکی مجلسون مین اردو کا
بے دخل کرکے پھر انگریزی زبان اپنا اقتدار گم گشتہ حاصل کرنے لگی اور مسلمانون کے تعلیمی وسیا

اجتماعات ایک بار پھر انگریزی خطابت وخوش تقریری کے تماشا گاہ بننے لگے ہین،

ابھی چند روز ہوئے، کہ صوبہ کی تعلیمی مسلم کانفرنس کا جو جلسہ الہ آباد مین منعقد ہوا تھا، اسکی
کاروائی اسی افسوسناک ردعمل کی ایک نمایان مثال ہے، صدر جلسہ جناب صاحبزادہ آفتاب احمد
خان تھے، جن کی قومی خدمات محتاج بیان نہین، کم ازکم انکی ذات سے یہ توقع نہین کیجاسکتی تھی
کہ وہ خالص مسلمانون کے اس جلسہ مین خطبۂ صدارت کے لئے اپنی اور سامعین کی مادری زبان
کو چھوڑ کر سرکاری زبان (انگریزی) سے موالات کا ثبوت دین گے، ظاہر ہے کہ جب تک ہم خود
اپنی ملکی زبان کی عزت ووقعت نہ کرین گے، اور ہر امکانی کوشش اس کے بلند وممتاز کرنے کی نہ
کرین گے، اگر غیرون اور بیگانون کی طرف سے اس کے ساتھ بے التفاتی وتحقیر کا برتاؤ ہو، تو ہم
کس منہ سے ان کا شکوہ کرسکتے ہین، دماغی غلامی کا اس سے زیادہ عبرتناک منظر اور کیا ہوسکتا ہے،
کہ ہم آپس مین بیٹھکر اپنے ہی بھائیون سے، تبادلۂ خیالات بجائے اپنی زبان کے، پرائی اور نقل
کی ہوئی بولی مین کرین،

علی گڈہ آج سے ربع صدی پیشتر انجمن تحفظ اردو کا مرکز تھا، اُسے اگر کوئی اور جدید دلیل
نہین ملتی، تو بہرحال اتنا ہی سہی، کہ اپنی روایات قدیمہ کا لحاظ رکھے، اور یہ روشن کردے کہ اردو
مین کم ازکم اسی قوت، اثر وروانی کے ساتھ اظہار خیال کیا جاسکتا ہے، جتنا کہ انگریزی مین،

اختتام سال پر معارف کا وی پی روانہ کیا جاتا ہے لیکن افسوس ہے کہ بعض وی پی واپس آجاتے
ہین جس سے معارف کو نقصان ہوتا ہے اس لئے گذارش ہے کہ اگر خریداری منظور نہ ہو تو بذریعہ کارڈ دفتر کو
مطلع کردیا کرین،

"منیجر"

مقالات

ہند عہد اورنگ زیب مین،

از

سید نجیب اشرف ندوی،

مشہور المانی ادیب و فلسفی شاعر گوئٹے فلسفۂ تاریخ پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:-

"تاریخ کو وقتاً فوقتاً لکھا جانا چاہیے، لیکن یہ تکرار صرف اس لیے ضروری نہین ہے کہ نئے واقعات اور جدید معلومات روشنی مین آتے رہتے ہین بلکہ اس لیے کہ ہر عہد کا ایک خاص نقطۂ خیال ہوتا ہے اور اس وقت تاریخ کی جو کتابین لکھی جاتی ہین وہ اسی کو پیش نظر رکھ کر لکھی جاتی ہین"۔

یہی وجہ تھی کہ عہد برطانیہ مین ہندوستان کی جتنی تاریخین لکھی گئین، ان مین سب سے زیادہ جس چیز کو نمایان کیا گیا وہ اسلامی سلاطین کے فرضی مظالم، اُن کی غلط بد اخلاقیان، انکی بے سرد پا سفاکیان ان کا تعصب اور ان کی تنگ نظری تھی، اس کا اصلی منشا اظہارِ حقیقت نہ تھا، بلکہ اس کی واحد غرض یہ تھی کہ آیندہ نسلون مین اگر ذرہ برابر بھی اپنے ملکی حکمرانون کی عزت یا محبت ہو تو ان کے دل سے نکلجائے اور وہ ان کے مقابلہ مین برطانوی افسرون کو ملائکۂ رحمت سمجھ کر اسی کے ہو رہین برطانوی مؤرخین اس حیثیت سے خاص طور پر نمایان ہین اور وہ ہمیشہ سیاسی یا تجارتی نقطۂ نظر سے ایک ایک لفظ لکھتے ہین۔

میجر بی ڈی باسو، ایم، ایس نے مسیحی حکومت کی ہند مین ترقی کے نام سے ایک کتاب پانچ ضخیم جلدون مین لکھی ہے، جس مین انھون نے انگریز مؤرخون کی اس خصوصیت پر خاص طور سے روشنی ڈالی ہے،

وہ لکھتے ہین کہ:-

"ہندوستان کی تاریخین جن کے مصنف انگریز ہین ایک طرفہ اور ناقابلِ اعتماد ہین، اور اس کے علاوہ کوئی دوسری صورت ہی نہ تھی، کیونکہ ایک صحیح مؤرخ کے لئے فلسفی ہونا چاہیئے اور انگریز فلسفی نہین ہین"[۱]

ایک دوسری جگہ لکھتے ہین کہ

انگریز مورخین کی کتابون مین صحیح واقعات کی تلاش تقریباً ناممکن ہے، اس مین کوئی جائے تعجب نہین، پروفیسر سر جے، اے، سیلی (Sir. J.A. Seely) کا بیان ہے کہ تاریخ اور سیاسیات ایک ہی موضوع کی دو مختلف شکلین ہین، اہل انگلستان کا طریقۂ خیال ہمیشہ سیاسی ہوتا ہے"[۲]

اس سے زیادہ دلچسپ حقیقت یہ ہے کہ وہ خطوط د کاغذات جو ایسٹ انڈیا کمپنی کے تاجر اپنے اعلی افسرون، رشتہ دارون اور دوستون کو لکھتے تھے، وہ بھی صداقت سے دور ہوتے تھے، اس جگہ ہم ان کی مثالین دے کر اپنے مضمون کو طول نہین دینا چاہتے بلکہ صرف بلیک ہول (Black Hole) کے افسانہ کی طرف اشارہ کر کے خاموش ہو رہتے ہین، شاید یہی وجہ ہے کہ الکزنڈر ہملٹن کا سفرنامہ جس مین اس نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے ڈائرکٹرس اور ان کے ملازمین کی پولیٹکل حرکات اور چالون پر تنقیدی نظر بھی ڈالی ہے" ۱۷۳۹ء کے بعد پھر ممنونِ طباعت نہ ہو سکا اور اب اس کے شاید چند ہی نسخے قدیم کتب خانون مین پڑے ہون، دوسرون ہی کا یہ حال نہ تھا بلکہ ان بدقسمت ملازمانِ کمپنی کا بھی یہی افسوسناک حشر ہوا جنھون نے ہندوستان کے متعلق صحیح واقعات کو قلم بند کرنا، اور ضمیر کی آواز کے مطابق لکھنا اپنا فرض سمجھا تھا، چنانچہ میجر باسو اپنی مذکورہ بالا تصنیف کے

[۱] Rise of the Christian power in India P.II
[۲] " " "

دیباچہ مین لکھتے ہین،

"یقیناً یہ حکومت کے فوجی اور انتظامی حکام ہین، جو صحیح تاریخ ہند لکھ سکتے ہین، لیکن ان کو ایسا کرنے کی ہمت نہین ہو سکتی، کیونکہ ان لوگون کا حال جنکو برطانوی حکومت کے خلاف لکھنے پر سزائین دی جاچکی تھین ان کو معلوم تھا، کپتان کننگھم جس نے سکھ حکومت کے زوال پر لکھا تھا، سخت سزا پاچکا تھا، میجر ایونس بل کا حال بھی اس سے کم افسوسناک نہ تھا، سکھ برطانوی مظالم کے لکھنے پر نہ صرف ذلیل کیا گیا بلکہ ملازمت سے بھی الگ کر دیا گیا"[1]

ایسی مسلسل سیاسی کوششون کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ عہد اسلام کی اصلی تاریخ کا کہین بھی پتہ نہ رہا، اور ان انگریز مصنفین کی کتابون کے پڑھنے والے طلبہ بھی جب تاریخ لکھنے بیٹھے تو انھون نے بھی انھی غلط واقعات کو لکھ ڈالا اور یہ غلطیان دو سو سالون مین صحیح واقعات بن گئین، دوسری طرف انگریزی تعلیم کی ہمہ گیری نے اصلی فارسی ذرائع سے ان کو بے نیاز کر دیا اور موجودہ "تاریخین" غلطیون کی ایک گٹھری سے زیادہ وقعت نہین رکھتین،

لیکن زمانہ ہمیشہ یکسان نہین رہتا، گذشتہ صدی کے نصف آخر ہی سے ہندوستانیون مین تحقیقات کا ذوق اور صحیح واقعات کی تلاش کا شوق پیدا ہوا اور اس کی سب سے پہلی قسط ہم کو مسٹر رمیش چندر دت کی تاریخ اقتصادیات ہند اور ہندوستان کا قدیم تمدن کی صورت مین ملی، مسلمان چونکہ تعلیمی حیثیت سے پیچھے تھے اس لیے یہ ذوق تحقیق بھی ان مین بعد مین پیدا ہوا اور سب سے پہلے اگرچہ سر سید مرحوم نے اسباب بغاوت ہند لکھ کر ایک واقعہ کی صحیح اشاعت کا سنگ بنیاد رکھا، لیکن حقیقی معنون مین جس شخص نے ان تاریخی اغلاط کی تصحیح کی وہ علامہ شبلیؒ تھے، انھون نے نہ صرف مضامین عالمگیری لکھ کر اورنگ زیب کے معصوم دامن کو ظلم و تعصب، تنگ نظری دھونے

[1] میجر باسو کی تاریخ جلد اول تمہید،

ملک گیری کے بدنما داغون سے پاک کیا بلکہ جہانگیر، عبدالرحیم خانخانان، مسلمانون کی علمی بے تعصبی، نون نامہ، اسکندریہ کا کتب خانہ، الجزیہ، وغیرہ لکھ کر بہت سے اور غلط لیکن اہم الزامون کی تردید کر دی، اور اگر ان مضمونون اور رسالون کی باقاعدہ اشاعت ہر زبان مین ہوتی تو مسلمانون کے متعلق بہت کچھ غلط فہمیان دور ہو گئی ہوتین، لیکن یہ اور خوشی کا مقام ہے کہ مولانا مرحوم کے بعد یہ سلسلہ منقطع نہین ہوا اور ان کے جانشین اور دوسرے اصحاب علم اس قسم کی تصانیف اور مضامین کا ایک سلسلہ قائم کئے ہوئے ہین اور "ہند عہد اورنگ زیب مین" اسی سلسلہ کی ایک زرین کڑی ہے،

جناب مرزا یار جنگ مرزا سمیع اللہ بیگ صاحب سابق ایڈوکیٹ لکھنؤ اور حال چیف جسٹس حیدر آباد دکن نے اس کتاب مین ہندوستان کے سب سے بڑے لیکن سب سے زیادہ مظلوم مسلمان بادشاہ اورنگ زیب کے عہد حکومت کا تاریخی صحت کے ساتھ نقشہ پیش کیا ہے اور ایک ایسی ضرورت کی تکمیل کی ہے جو موجودہ حالت مین شدت کے ساتھ محسوس کی جارہی تھی، ہندوستان مین اجتماعی، تجارتی، تمدنی، اور سیاسی ترقی کے لیے ملک کی دو بڑی قومون کے اتحاد کی ضرورت ایک مسلمہ مسئلہ ہے، اور ملک کے تمام اکابر ہمیشہ سے اس بات کی کوشش کرتے رہے ہین، سر سید مرحوم جنکو مسلمانون کے الگ تھلگ رکھنے کا مجرم سمجھا جاتا تھا، اس اتحاد کے بہت بڑے حامی تھے، اور اپنی تقریرون اور تحریرون مین ہمیشہ اس پر زور دیتے تھے، مقتدر ہندو بزرگ، ان کے احباب تھے، ۱۹۰۶ء مین مسلمانون نے سیاسی بیداری اور ضروریات زندگی سے واقفیت کا ثبوت دینا شروع کیا، ۱۹۱۶ء مین مسلم لیگ اور کانگریس کی مفاہمت نے اتحاد کا بیج بویا، ۱۹۱۹ء مین اس نونہال مین کونپلین نکلین اور ۱۹۲۲ء تک اس کی گھنیری شاخون نے تمام ہندوستان کو اپنے سایہ مین لے لیا اور ہر شخص سمجھنے لگا کہ اب باہمی نزاعات کے دردناک

بند ہوگئے، اور باہمی مخاصمت کا سلسلہ منقطع ہوا اور اعتماد کا سلسلہ شروع ہوگیا، لیکن گذشتہ دو سالون کے پے در پے واقعات نے اس خرمن امید پر وہ بجلیان گرائین کہ وہ بالکل کفِ خاکستر ہو کر رہ گیا، منافرت کی ایک عام لہر تمام ہندوستان مین پھیل گئی جس کا ناگوار نتیجہ قیمتی جانون کی بربادی کی صورت اور ملک کی ارتقائی حالت مین ایک عام جمود کی شکل مین ظاہر ہوا، مخالفین نے پھر پرانے ہتھیار سنبھالے اور موجودہ مسلمانون کے ساتھ ان کے اسلاف اور ان کے حکمرانون کی ہجو اور برائیون کا ایک سلسلہ شروع کر دیا، اس حیثیت سے سب سے زیادہ موردِ الزام غریب عالمگیر ہوا، جس نے تمام عمر زہد و اتقا کی زندگی بسر کی اور مرنے پر بھی تاج کی جگہ معمولی آدمیون جیسی خاک کی قبر مین لیٹا لیکن جن ہاتھون نے اتحاد و اتفاق کی فضا قائم کی تھی اس سے زیادہ مایوس نہ ہوئے، اور اب تک کوشش کر رہے ہین کہ اگلی سی حالت پھر قائم ہو جائے ایسے حالات مین جناب مرزا یار جنگ کی یہ تصنیف جو ایک غیر مناظرانہ طریقہ سے خاموشی کے ساتھ عالمگیر کے تمام الزامات کی تردید کرتی اور دوسری طرف صحیح مسلم ہندو اتحاد کی اسکیم پیش کرتی ہے، بہت زیادہ مفید قابلِ مطالعہ اور لائقِ عمل ہے،

اس کتاب کے ابتدائی نو باب جو باٹ کی تمہید کے شکل مین لکھے گئے ہین، خود اس قابل ہین کہ ان پر مبسوط تنقید لکھی جائے، ان کے مطالعہ کے بعد ہر شخص اس بات کو تسلیم کریگا کہ اورنگ زیب پر اس وقت تک جو الزام لگائے گئے ہین وہ ایک بہت بڑی حد تک صداقت کے عنصر سے خالی ہین، ان ابواب مین عہد عالمگیر کی تجارتی، تعلیمی، مذہبی، اخلاقی، عدالتی، صنعتی سیاسی اور بین الاقوامی حالات کی صحیح تصویر پیش کیگئی ہے اس لئے ہم پہلے انھین ابتدائی ابواب پر ایک سرسری نظر ڈالین گے، اس کتاب کے لکھنے کا محرک خود مصنف کی زبان مین یہ تھا کہ

---

۱ زمانہ کے مارچ و اپریل ۱۹۲۳ء کے پرچہ مین مسٹر جے، آر، اے صاحب نے ایک

مضمون لکھا جس کا عنوان یہ تھا "ہندوستان عہد مغلیہ مین" مضمون مذکور مین چند واقعات بیان کرکے ان سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ عہد مغلیہ مین رشوت کا بازار گرم تھا، رعایا مفلوک الحال تھی،..... کالج اور تعلیم گاہون کا قائم کرنا دشوار تھا"،

غرض اُن تمام الزامات کو دہرایا گیا تھا جن کو رٹ کر اور جن سے مسموم ہو کر ہمارے ملک کے نوجوان طلبہ عملی دنیا مین داخل ہوتے ہین، مسٹر رائے پنجاب کے ایک بامعاوضہ مضمون نگار ہین اور ان کے ہر مضمون کا تقریباً نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ ہماری حالت اب پہلے سے بہت بہتر ہے، اور وہ اکثر اپنے دعوی کے ثبوت مین کوئی دلیل پیش نہین کرتے یا کرتے ہین تو ان لوگون کی جوان سے پہلے اسی طرح بے دلیل کچھ لکھ گئے ہین، عہد مغلیہ کے متعلق جو فرد جرم اُنھون نے قائم کی ہے اُسکی ایک ایک دفعہ کے متعلق اگر ان سے ثبوت مانگا جائے تو زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہین کہ الفنسٹن، سمتھ، لین پول، مارسیڈن وغیرہ کی تصانیف کا حوالہ دیدین، لیکن ان کی جو کچھ حقیقت ہے ان لوگون پر اچھی طرح ظاہر ہے جو اصل سونا اور ملمع دونون کی حقیقت سے واقف ہین اور جن کے متعلق ہم میجر باسو کی رائے نقل کر آئے ہین، ان کو اگر یہی شوق تھا تو ان کے لئے اس سے زیادہ زوردار اور ناقابلِ تردید الزامات موجود تھے، وہ لکھ سکتے تھے کہ عہد مغلیہ مین، ریل نہ تھی، تار نہ تھا، برقی روشنی نہ تھی، موٹر نہ تھی، ٹریم نہ تھی، ہوائی جہاز نہ تھے، ٹیلیفون نہ تھے، اور یہ ایک ایسی صداقت ہوتی جس کا جواب عہد مغلیہ کے بڑے سے بڑے حامی کے پاس بجز منہ پھیر لینے کے اور کچھ نہ ہوتا، بہرحال جناب مرزا یار جنگ نے نہایت دانشمندی سے اس سوال کا مہذبانہ جواب اس طرح دیا کہ اس شخص کے عہد کا جو تمام تاریخ ہند مین سب سے زیادہ بدنام ہے، خود اس برِ اعظم کے جو اس وقت بہت سے ہندوستانیون کا قبلہ بنا ہوا ہے، ایک شخص کی زبان سے جو اس عہد کا چشم دید گواہ تھا، مفصل حال ان کے سامنے پیش کر دیا، اس وقت تک نہ صرف عہد مغلیہ کے نظامِ حکومت کے متعلق، بلکہ اس کے

ایک ایک شعبہ کے متعلق مختلف کتابین انگریزی ہی زبان مین لکھی جاچکی ہین اور اگر مسٹر رائے نظام حکومت
کی تاریخ سے واقف ہونگے تو ان کو معلوم ہوگا کہ عہد موجودہ کا برطانوی نظام اسی "آہنی ڈھانچہ (STEEL
FRAME) پر قائم ہے، زیادہ عرصہ نہین گذرا کہ عالمگیر " کے سب سے بڑے زندہ مورخ پروفیسر جدونا تھ سرکار
نے پٹنہ یونیورسٹی کے ریڈر کی حیثیت سے عہد مغلیہ کے نظام پر سات دن تک مسلسل لکچر دیا تھا اور اس مین
بتا یا تھا کہ ان کا نظام حکومت کس قدر وسیع اور مستحکم تھا، یہ تقریرین اب کتابی صورت مین شائع ہوگئی ہین اور
وقت ہمارے پیش نظر ہین اور ہم مسٹر رائے کو مشورہ دینگے کہ وہ اس کا مطالعہ کرین،

مرزا یار جنگ بہادر نے جس سفرنامہ کو اپنا ماخذ بنایا ہے اسکی دو خصوصیات قابل غور ہین (۱) وہ
ایک انگریز کا سفرنامہ نہین ہے، (۲) اس مین زیادہ تر عہد اورنگ زیب کے وہ چند واقعات پیش کئے ہین،
جنکو عہد مغلیہ اورنگ زیب کے متعلق "اصحاب الرائے" عموماً نظر انداز کر دیتے ہین" مصنف کا اصلی مقصد چونکہ اس کتاب
مین ہندو مسلم اتحاد پر اظہار رائے تھا، اس لیے ہم کو افسوس کے ساتھ یہ کمی محسوس ہوتی ہے کہ انھون نے صرف
ایک کتاب پر اکتفا کیا، اور دوسرے ذرائع سے کام لیکر اس کو اور مضبوط نہین کیا، چنانچہ اس کا خود مصنف
کو اقرار ہے کہ

"یہ مضمون تاریخ کی وقعت نہین رکھتا اور نہ اس مین مورخ کی حیثیت سے عہد اورنگ زیب
کے تمام واقعات پر گہری نظر ڈالی گئی ہے"

پھر بھی اس مین جو کچھ ہے وہ کافی ہے،

مسلمانون پر یہ الزام لگانا کہ وہ تعلیم کو خاص وقعت کی نظر سے نہین دیکھتے تھے ایک سخت غلطی ہے
تحصیل علم نہ صرف ان کے لئے دنیاوی حیثیت سے لازمی تھی بلکہ وہ مذہبی حیثیت سے بھی اس کے لیے مجبور
تھے رہا اب یہ سوال کہ مفتوح قوم کی تعلیم کا کیا انتظام تھا، اس کے لیے ہم کو ہندوستان کی تعلیمی تاریخ کی ورق
گردانی کرنی چاہئے ہندوؤن کے زمانہ مین جس قسم کا طریقۂ تعلیم رائج تھا اس کے متعلق حال ہی مین معارف

کے صفحات پر ناظرین کی نظرون سے پروفیسر رادھا کمود مکرجی استاد تاریخ جامعہ لکھنو کے مضمون
کا ترجمہ نظر سے گذر چکا ہوگا[1] دوسرے اس موضوع پر متعدد کتابین لکھی جاچکی ہین اور اگر کوئی شخص
مفصل طور پر اس حیثیت سے واقفیت حاصل کرنا چاہے اس کو کلکتہ یونیورسٹی کمیشن کی رپورٹ کی
ضخیم جلدون کا مطالعہ کرنا چاہئے، اس کے ساتھ ہی یہ حقیقت بھی پیش نظر رکھنی چاہئے کہ اندنون
لوگ پھر اسی قومی تعلیم کا مطالبہ کر رہے ہین، اور اسی آزاد طریقۂ تعلیم کو رائج کرنے کی کوشش کر رہے
ہین جو عہد مغلیہ اور عہد آریہ مین مروج تھی، پھر اگر ایسی حالت مین مسلمانون نے ہندؤن کے طریقۂ
تعلیم کو اسی حالت پر رہنے دیا تو کون سا جرم کیا، اس کے ساتھ ہی مسلمانون نے کبھی بھی کسی شخص کو
اسلامی علوم وفنون کے سیکھنے سے نہین روکا بلکہ کوشش کی کہ دوسری اقوام کے لوگ ان کے علوم
وفنون سے واقف ہون، دولت عباسیہ وغیرہ کو نظر انداز کر دیجئے اور خود ہندوستان کی تاریخ
مین دیکھئے کہ ہر مسلمان بادشاہ کے دربار مین متعدد غیر اقوام کے علماء نظر آتے ہین یا نہین؟ اسکے
برخلاف ہندوؤن کے یہان برہمنون کے علاوہ اعلیٰ مذہبی تعلیم کا کسی کو حق نہ تھا اور بیچارے
بیچ اور شدر تو کسی شمار ہی مین نہ تھے، تاہم مسلمانون نے ان کے علوم وفنون سیکھنے کی کوشش کی اور
برونی بلکہ اس کے پہلے سے اب تک ایسے مسلمان مصنف بکثرت نظر آئین گے، جو ہندو علوم و
فنون سے بخوبی واقف تھے، مسلمانون نے کبھی اس بات پر زور نہین دیا کہ ہندوؤن کو
ان کی زبان سیکھنی چاہئے، نہ حصولِ ملازمت کے لیے یہ کوئی شرط تھی اور نہ مسلمانون مین کوئی
لارڈ میکالے تھا، حتیٰ کہ فارسی کو جس شخص نے دفتری زبان قرار دیا وہ ایک ہندو راجہ ٹوڈرمل
تھا، تاریخ نویسی کا شوق ہندوؤن مین مسلمانون نے ہی پیدا کیا، ہندوستان کے اسلامی عہد کی
تعلیمی ترقی کا اندازہ کرنا ہو تو مسٹر نرندرا ناتھ لا کی کتاب "ہندوستان کی ذہنی ترقی عہد اسلام مین"

[1] معارف جلد ۱۴ نمبر ۵ ۱۳۴۴ء

(PROMOTION OF LEARNING IN INDIA DURING MOHAMADAN RULE)

کی ضخیم جلد مطالعہ کیجئے اور اس مین خود عہد اورنگ زیب کی تعلیمی ترقی کا حال پڑھئے، مسٹر ہملٹن نے ٹھٹھ
ایک مقام ٹھٹھ کے متعلق لکھا ہے کہ وہان ۴۰۰ مدارس تھے، لیکن تمام ہندوستان کی تعلیم کے متعلق
ایک ہندو مورخ لکھتا ہے،

"مسٹر کین اپنی تاریخ مغل امپائر مین اورنگ زیب کے تعلیمی اعمال کی پوری تلخیص کرتے
ہین "اورنگ زیب نے سخت سزائین موقوف کردین، زراعت کی ہمت افزائی کی، لاتعداد
کالج اور اسکول قائم کیے، اور منتظم طریقہ سے سڑکین اور پل بنوائے، ان تعلیمی مرکزون کا
آجکل کوئی نشان نظر نہین آتا"

اردو دان اصحاب کے لئے ہم مولوی ابو الحسنات ندوی مرحوم کے رسالہ "ہندوستان کی
اسلامی مدارس" کے مطالعہ کی سفارش کرینگے، جو اگرچہ صرف اسلامی تعلیمات کی ترقی کا مرقع ہے
لیکن اس سے اورنگ زیب کے جو خود ایک بڑا تعلیم یافتہ بادشاہ تھا، تعلیمی کارنامون پر روشنی
پڑتی ہے، یہان پر یہ بتانا شاید خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ مسلمانون کا طریقۂ تعلیم بھی تقریباً وہی تھا جو
ہندؤن کا تھا اور اب بھی مختلف دیہاتون مین ایسے مکتب اور پاٹشالے نظر آئینگے جہان
مولوی یا پنڈت ہندو اور مسلم دونون بچون کو مفت تعلیم دیتے ہوئے نظر آئینگے، سر رابندرا
ناتھ ٹگور، اسی قدیم اصول پر اپنے بین الاقوامی جامعہ شانتی نکیتان کو چلا رہے ہین تعلیم کھلی ہوئی
فضا مین درختون کے سایے مین دیجاتی ہے اور آج ہر شخص ان کی اس کوشش کو پسندیدہ
نظر سے دیکھتا ہے، پھر اگر اورنگ زیب نے قدیم طریقۂ تعلیم کو باقی رہنے دیا تو کونسا جرم کیا،
دوسرے ہندؤن کی اس وقت کی تعلیمی حالت کا اندازہ اس سے بھی ہو سکتا ہے کہ دفتر کا
تمام عملہ تقریباً ہندو ہی ہوتا تھا اور عہد اورنگ زیب مین ہندو مورخ بھی پیدا ہوئے،

تمام سوالات سے زیادہ ایک ایشیائی قوم کے لیے اہم ترین سوال، مذہبی رواداری کا ہے،
اور بدقسمت اورنگ زیب اس حیثیت سے بہت زیادہ بدنام ہے، مندرون اور بتون کی شکست
ہندؤن کے ساتھ ظلم و تعدی، جبریہ مسلمان بنانا، اس قسم کے دوسرے اور سیکڑون الزامات ہین
جو اس پر عائد کئے جاتے ہین، لیکن تاریخ بین حضرات اچھی طرح جانتے ہین کہ ان الزامات کی کوئی
حقیقت نہین ہے اور روزانہ ایسی شہادتین مہیا ہوتی جا رہی ہین جن سے ان الزامات کی تردید
ہورہی ہے مندرون اور بتون کی شکست کے متعلق ہمارا خیال تھا کہ یہ چیزین غلط طور سے اورنگ
زیب کی طرف منسوب کی گئی ہین، اور موجودہ شکستہ بت دراصل اس زمانہ کی یادگار ہین جبکہ
سناتم دھرمی ہندؤن نے شنکراچاریہ اور ان کے پیرؤن کے زیر اثر بدھون کو مٹانا شروع کیا،
اور ایک دوسرے کے مندر اور مورتیان توڑنے لگے، اس دعوی کے ثبوت مین ہم ایک ہندو
بزرگ کی تحریر پیش کرتے ہین جو زیادہ عرصہ نہین گذرا کہ اخبار ہمدم لکھنؤ مین شائع ہوئی تھی،
وہ لکھتے ہین،

"آجکل یہ ایک عام طریقہ ہوگیا ہے کہ جہان کہین کوئی ٹوٹی ہوئی مورت ملجاتی ہے،
اس کو لوگ اورنگ زیب کی توڑی ہوئی بتلاتے ہین، لیکن اصلیت یہ نہین ہے، سوامی
شنکراچاریہ کے زمانہ مین جب جین اور بدھ مذہبون کے خلاف معرکہ آرائی ہوئی تھی،
اس وقت کی ہزارہا جین اور بدھ مذہب کی شکستہ مورتیان اس وقت لاعلمی سے ہندو
مندرون مین موجود ہین جنکو مین نے بچشم خود بغور دیکھا ہے، مگر عام طور پر کہدیا جاتا ہے
کہ یہ مورتیان اورنگ زیب کی توڑی ہوئی ہین حالانکہ یہ عرصۂ دراز سے شکست
کی جا چکی تھین"

اس کے علاوہ ہندوستان کے طول و عرض مین ہندو مندرون اور ہندو اوقاف

مین بڑی بڑی جاگیرین اورنگ زیب کی دی ہوئی اب تک موجود ہین، بنارس کے اجلاس ندوہ کے موقع پر مولانا شبلی نے جو علمی نمائش کی تھی اس مین خود بنارس کے مہنت کا وہ فرمان بھی تھا جو اورنگ زیب نے اسے آزادی عبادت اور جاگیر وغیرہ کے لئے دیا تھا، اس کے علاوہ متھرا، ہردوار، گیا، بریلی، اعظم گڈہ وغیرہ کے مختلف مندرون مین اسی قسم کے فیاضانہ فرامین موجود ہین، ۲۰ جنوری ۱۹۲۵ء مین روزانہ وکیل نے اسی قسم کا ایک فرمان شائع کیا تھا جسکو ہم نقل کرتے ہین،

"والی العنایة والمرحمة ابو الحسن بالتفات شاہانہ امیدوار بودہ بداند کہ چون مقتضاء مراحم ذاتی ومکارم جبلی ہمگی ہمت والا نہمت وتمامی حق طوئت بر فاہیت جمہور انام انتظام احوال طبقات خواص وعوام مصروف است واز روئے شرع شریف و ملت حنیف مقرر چنین است کہ دیرہا برانداختہ نشود وبتکدہ تازہ بنا نیابد ودرین ایام معدلت انتظام بعرض اشرف اقدس ارفع اعلیٰ رسید کہ بعض مردم از راہ عنف وتعدی بہنود سکنۂ قصبہ بنارس وبرخے امکنۂ دیگر کہ بنواحی آن واقع است وجماعت برہمنان، مزاحم می شوند ومی خواہند کہ ایشان را از سدانت کہ از مدت مدید بایشان متعلق است باز دارند واین معنی باعث پریشانی وتفرقہ حال این گروہ می گردد، لہذا حکم والا صادر می شود، کہ بعد از ورود این منشور لامع النور مقرر کنند کہ من بعد احدے بوجوہ تعرض وتشویش باحوال برہمنان ودیگر ہنود متوطنہ آن محال نرسانند تا آنہا بدستور ایام پیشین بجاء مقام خود بودہ بجمعیت خاطر بدعائے بقاء دولت وادامت ازال لبیار قیام نمائند، درین باب تاکید دانند بتاریخ ۱۵ شہر جمادی الثانی سنہ ۱۰۶۵ھ نوشتہ شد"

یہ حکم اس شہر کے متعلق ہے، جس کے بارے مین کہا جاتا ہے کہ وہ اورنگ زیب کے مظالم کا نشانہ رہا ہے، عالمگیر نے یہ رواداری نہ صرف اپنی محبوب رعایا کے ساتھ جاری رکھی بلکہ ان مسیحی مبلغین کو بھی جو اکبر ہی کے زمانہ سے لاہور و آگرہ مین سکونت اختیار کر چکے تھے اپنی حفاظت مین لیا، اور ان کی مذہبی آزادی اور ان کو عطا کردہ جاگیر کی بحالی کے متعدد فرمان جاری کئے،

۱۸ اپریل ۱۹۱۳ء کو تبیا (چپارن بہار) کے مشہور پادری فادر فیلکس (Rev. Father Felix) نے پنجاب کی ہسٹوریکل سوسائٹی کے سامنے ایک مضمون پڑھا تھا جس مین انھون نے مغل سلاطین کے ان فرامین اسناد اور پروانجات پر روشنی ڈالی تھی جو ان مسلمان حکمرانون نے جیسوٹ مشنریون کو دیئے تھے، اور ۱۹۱۶ء مین یہ مضمون سوسائٹی نے ان فرامین اور اسناد کی تصویری نقول کے ساتھ شائع کیا تھا اس مین اس متعصب اورنگ زیب کے بھی مختلف فرامین ہین، جن مین سے ایک کو ہم نقل کرتے ہین،

"متصدیان حال واستقبال جہات ہری چھلواری متعلقہ صوبہ دار السلطنت لاہور بدانند کہ چون موازای دوازدہ بیگہ زمین زرعی بایک چاہ پختہ وچند درخت از موضع جماعت ہیر نگ ہری مذکور خرید پادری یوسف وغیرہ پادریان فرنگی واقع است وبموجب فرمان درو جہ انعام آنہا برائے مقابر وغیرہ مقرر شد، قدغن می رود کہ آراضی مذکور را بدستور پیشین برطبق فرمان مسلم دانستہ احدے مزاحم ومتعرض نگردد وتغیر وتبدل بان راہ ندہد، درین باب برین موجب معین دانستہ تخلف وانحراف جائز ندارند، تحریرا فی التاریخ ششم شہر ذی الحجہ سنہ ۱۰۶۱ھ"،

اورنگ زیب نے یہی نہین کیا کہ ان پادریون کو ان کی جاگیرون پر بحال رکھا بلکہ دوسری مذہبی جماعتون کی طرح اس جماعت کو بھی جزیہ سے آزاد کر دیا، اس کے علاوہ نہ صرف اورنگ زیب بلکہ ان کے تمام حکام بھی اپنے آقا کے اس حکم اور خواہش کی تعمیل مین کوشان نظر آتے ہین، چنانچہ اسد خان جو اورنگ زیب کا وزیر تھا صوبہ آگرہ کے گورنر کو لکھتا ہے،

(مہر) اسدخان بندۂ بادشاہ عالمگیر غازی سنہ المتصدیاں حال و استقبال جزیہ ذمیان سکنہ بلدہ مستقر الخلافت اکبرآباد بدانند، کہ قبل ازین بموجب سیاہہ روح اللہ خان مرحوم درباب موقوفی جزیہ پنج نفر پادری معہ دالبستہاے پروانہ بنام شیخ محمد سعید مغفور امین سابق جزیہ آنجا نوشتہ شدہ بود درینولا وکیل آنہا التماس نمودہ کہ امین حال سند بنام خودمی خواہد امید دارست کہ پروانہ بنام متصدیان حال و استقبال جزیہ آن محال مرحمت شود، لہذا قلمی می گردد کہ درباب اخذ جزیہ رتور (Zeather Ralor) وغیرہ پادری کہ اسم آنہا در ضمن مرقوم شدہ بموجب حکم سابق مزاحم نشوند، درین باب تاکید بلیغ دانند"

ان حالات کے اندر اگر مسٹر الگزنڈر ہملٹن نے عہد اورنگ زیب کی مذہبی رواداری کے متعلق یہ خیال ظاہر کیا کہ،

"ریاست کا مسلمہ مذہب اسلام ہے، لیکن تعداد میں گو دس ہندو ہیں تو ایک مسلمان ہے، ہندوؤن کے ساتھ مذہبی رواداری پوری طور سے برتی جاتی ہے وہ اپنے برت رکھتے ہین، اور تہواروں کو اسی طرح سے مناتے ہین، جیسے کہ اگلے زمانے مین کرتے تھے، جبکہ بادشاہت خود ہندوؤن کی تھی، وہ اپنے مردون کو جلاتے ہین، لیکن انکی بیویون کو اجازت نہین ہے کہ شوہرون کے مردے کے ساتھ ستی ہون"؛

تو کوئی تعجب کی بات نہین، ہر مسلم فرمان روا کا جو صحیح اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہوگا یہ فرض ہوگا کہ وہ تمام دوسرے مذاہب کو کامل آزادی دے، اور یہی وجہ ہے کہ فرانسیسی سیاح کو نہ صرف ہندوؤن کی مذہبی آزادی نظر آئی بلکہ دوسری اقوام کو بھی اس نعمت سے بہرہ اندوز ہوتے ہوئے دیکھا۔

"پارسی بھی ہین، اور وہ اپنے رسوم مذہب زردشت کے بموجب ادا کرتے ہین، عیسائیون

کو پوری اجازت ہے کہ اپنے گرجے بنائین اور اپنے مذہب کی تبلیغ کرین"۔

آگے چل کر مسٹر ہملٹن اجتماعی حیثیت سے یون لکھتے ہین،

"اس شہر مین تخمیناً سو مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہین، لیکن ان مین کبھی کوئی سخت جھگڑے ان کے اعتقادات و طریقۂ عبادت کے متعلق نہین ہوتے ہر ایک کو پورا اختیار ہے کہ جس طرح چاہے اپنے طریقہ سے اپنے معبود کی پرستش کرے، صرف اختلاف مذہب کی بنیاد پر کسی کو تکلیف دینا اور آزار پہنچانا انلوگون مین بالکل مفقود ہے"۔

یہ تھی اورنگ زیب کی مذہبی رواداری اور یہ تھا اس کا ظاہری اثر جو ایک غیر جانب دار مسیحی سیاح سے بھی خراج تحسین وصول کرکے رہا،

اسی سلسلے مین اورنگ زیب پر لاتعداد مندرون کے توڑنے کا بھی الزام عاید کیا جاتا ہے، اور اس قسم کے واقعات مین بنارس کے مندر کا ذکر بڑی شد و مد سے کیا جاتا ہے، ہم اس واقعہ کی حقیقت اور اس پروپگنڈا کی اصلی حقیقت کے لیے ناظرین معارف سے یہ درخواست کرینگے کہ وہ مولانا شبلی کے مضامین عالمگیری کو دیکھین، لیکن یہان پر ہم ایک ہندو بزرگ کی زبان سے اسکی داستان آپ کو مختصراً سنانا چاہتے ہین،

"کاشی مین بشوناتھ جی کا مندر ضرور اورنگ زیب بادشاہ کے عہد حکومت مین توڑا گیا، لیکن بادی النظر مین اس مندر کے توڑنے کا سبب مذہبی تعصب نہین ہے بلکہ اس کی تہ مین پولیٹیکل ضرورت معلوم ہوتی ہے اورنگ زیب کے بڑے بھائی دارا شکوہ بنارس کے صوبہ دار تھے، اور یہ امر ضروری ہے کہ ان کا بنارس خاص مین بہت کچھ اثر رہا ہوگا، یہ بہت ممکن ہے کہ دارا شکوہ کے شکست دینے کے بعد اور بنارس مین مسلمانون کی آبادی بڑھنے پر اورنگ زیب نے بنارس مین مسجد بنوانا تجویز کیا ہو، اور دارا شکوہ کی

پارٹی، یا عام ہندو تعمیر مسجد مین حارج ہوئے ہون اور بادشاہ موصوف نے ان کے دبانے کے لئے مندر توڑ کر مسجد کے لئے حکم صادر کیا ہو"

لیکن اسکی تاریخی حقیقت یہ ہے کہ اس مندر مین تعلیم و عبادت کے نام سے اورنگ زیب کے خلاف سازشی مجالس کا انعقاد ہوتا تھا، اور اس کو حفاظت خود اختیاری کے لئے ایسا کرنا پڑا تھا، اور ہر حکومت ایسا کرنے پر مجبور رہے، کوئی شخص ہم دعوی کے ساتھ کہہ سکتے ہین کہ ایک مثال بھی ایسی اورنگ زیب کے متعلق پیش نہین کر سکتا جہان اس نے کسی مندر کو صرف اس لئے منہدم کرایا ہو کہ وہ مندر ہے، اسلامی تاریخین اس قسم کی رواداری کی مثالون سے بھری پڑی ہین، عالمگیر کی مذہبی رواداری کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ اس کے یہان ہندو بڑے بڑے عہدون پر ممتاز تھے، مآثر الامراء کو جانے دیجئے، پروفیسر محمد سعید کی کتاب امرائے ہنود اس کا بہترین ثبوت ہے، اس کے مقابلہ مین موجودہ حکومت کو دیکھئے کہ وہ ایک ہندوستانی کو بھی کسی صوبہ کا گورنر تک نہین بنانا چاہتی، یہ اورنگ زیب ہی تھا جس نے ایک راجپوت ہندو راجہ کو ایک خالص مسلم صوبہ بلکہ ملک (افغانستان) کا حاکم اعلی بنا کر بھیجا تھا، اس لئے یہ الزام بھی یقیناً غلط ہے،

جناب مرزا یار جنگ نے مسٹر ہملٹن کے بیانات کے علاوہ خود پچاس سال قبل کی ہندوستانی طرز معاشرت اور تمدن سے یہ صحیح نتیجہ نکالا ہے کہ اس عہد مین اس قسم کا کوئی خیال بھی نہ تھا کہ ہم دونون دو مستقل ہستیان رکھتے ہین، چنانچہ تحریر فرماتے ہین،

"کسی پرانے شہر کے پرانے محلہ مین قدم رکھئے، خواہ دہلی ہو، آگرہ ہو، یا لکھنو، کسی قصبہ مین جائے خواہ امیٹھی ہو، کاکوری ہو یا جگور، تو کیا نظر آئے گا کہ ایک ہی دیوار کے سایہ مین ان دونون مذاہب کے لوگ امن وامان سے پشتہا پشت زندگی بسر کر چکے ہین اور اسی کا اب بھی یہ اثر ہے کہ ایک ہی بنیا، بزاز، حجام، مالی، لوہار، سنار، دونون کی روزانہ

ضروریات پوری کر رہا ہے"

اس کے بعد انھون نے اپنی ذاتی مثال پیش کر کے بتایا ہے کہ کس طرح انھون نے ایک ہندو دوست و بزرگ کی مدد سے وکالت مین کامیابی حاصل کی، اور موجودہ نزاعات کی بہت صحیح وجہ بتاتے ہوئے لکھتے ہین کہ دونون قومون مین بعض خود غرض شریر لوگ ہوتے ہین، جنکو خواہ مخواہ دونون قومون کو لڑانے مین لطف آتا ہے. اگر سادہ دل اور سریع الاشتعال ہندوستانی اس حقیقت کو سمجھ لین تو پھر یہ آئے دن کے جھگڑے یقیناً بند ہو جائین،

عہد اورنگ زیب مین تجارت و تمول بہت تھا اور یہ یقیناً غلط ہے کہ اس وقت کی رعایا بہت مفلوک الحال تھی، مسٹر دت کی تاریخ اقتصادیات ہند کا مطالعہ ہم کو بتاتا ہے اور خود ہماری روزانہ زندگی کے اسباق ہم کو اس نتیجہ پر پہنچاتے ہین کہ ہندوستان مین جس قدر پیچھے ہٹتے جایئے فارغ البالی زیادہ ہوتی جائیگی، حال ہی مین مسٹر ڈبلو، ایچ، مورلینڈ نے (Mr. W. H. Moorland) ایک ضخیم جلد ہندوستان کی اقتصادی تاریخ اکبر سے اورنگ زیب تک (A Study in Indian Economic History from Akbar to Aurangzeb.) لکھی اور اس کو میکمیلن کمپنی نے شائع کیا اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد مین ہندوستان کس قدر متمول، فارغ البال، اور دولت مند تھا، چند مہینے ہوئے کہ پروفیسر جدو ناتھ سرکار نے بہار واڑیسہ ہسٹریکل ریسرچ سوسائٹی کے رسالہ مین عہد اورنگ زیب کی اقتصادی حالت پر ایک پر از معلومات اور دلچسپ مضمون لکھ کر بتایا تھا کہ اس وقت کی رعایا خوشحال، آسودہ اور دولتمند تھی، ہندوستان کی ہی دولت، یہی صنعت و حرفت اور اسکی یہی خام اشیاء تھین جنکی بنا پر مسٹر ہملٹن کو ہر جگہ ترقی نظر آئی، اور انھون نے صرف ایک ایسے تاجر کا جسکا کاروبار ایسٹ انڈیا کمپنی کے کاروبار سے بہت بڑا تھا ذکر کیا ہے، یورپ کے ان دوکانداروں نے آہستہ آہستہ ہندوستانیون کو ہر جگہ

اور ناجائز طریقہ سے تباہ کرنا شروع کیا، اعلانیہ حکومت کے احکام کی خلاف ورزیان کین، حکومت کی عطا کردہ مراعات کو غلط طور سے استعمال کیا اور جب کسی حاکم نے ان کو توجہ دلائی تو وہ اس کے پیچھے پڑ گئے، کلایو سے ڈلہوزی تک کی تمام تاریخ اسی قسم کی خونی داستان سے بھری پڑی ہے، اور اس کا ایک ایک لفظ دیدۂ عبرت کو برسون خون کے آنسو رولانے کے لئے کافی ہے، آج ہندوستانی تجارتی ترقی کے متعلق ہر کوشش کی مخالفت کیجاتی ہے، فسکل اور ٹیرف کمیٹیان بٹھائی جاتی ہین، شرح تبادلہ کا کوئی معقول انتظام نہین کیا جاتا اور اس پر بھی مسلمانون ہی کو کہا جاتا ہے کہ انھون نے یہان کی تجارت وصنعت وحرفت کو تباہ کر ڈالا، خود اورنگ زیب کے زمانہ مین، گجرات، بہار، بنگال، اور دکن مختلف مرکزون مین جو شاہی اور سرکاری کارخانے تھے، جہان صناعون کی ہمت افزائی کیجاتی تھی، اور اس طرح کشمیر سے لیکر کارن تک صنعت وحرفت کا بازار گرم رہتا تھا، لیکن کیا آج ان مین سے ایک بھی موجود ہے، حقیقت یہ ہے کہ ہندوستانیون کو جو سکون واطمینان اس وقت حاصل تھا اس کا عشر عشیر بھی آج حاصل نہین ہے، اور اس قسم کے بیانات صرف ان کو بدنام کرنے کے لئے گڑھ لئے گئے ہین،

کہا جاتا ہے کہ عدل وانصاف کا کوئی خاص انتظام نہ تھا، اور جو کچھ معمولی سا تھا بھی وہ رشوت کی وجہ سے خراب وتباہ ہو رہا تھا، لیکن جن اشخاص نے آئین اکبری، دستور العمل اور مراۃ احمدی پڑھی ہوگی وہ جانتے ہین کہ حکومت کا عدالتی نظام کسقدر وسیع کس قدر صاف اور کس قدر سخت تھا، اس حیثیت سے کپتان ہملٹن کا بیان ہے۔

"ہندوستان مین انصاف کا چشمہ سکون کے ساتھ جاری ہے، اور گو کہ اس چشمہ کے صاف وشفاف دھارے کو بعض اوقات رشوت کے خس وخاشاک گدلا کر دیتے ہین"

مگر اس عہد کی مجموعی حالت انصاف کا فیصلہ اس نقاد سیاح نے اس پُرمعنی فقرے سے کیا ہے"

"لیکن سیاہ فام ہندوستانیون مین رشوت ستانی اس سے زیادہ نہین ہے جتنی کہ گورے چمڑے والون مین ہے"

اس کے بعد اس نے ایک انگریز افسر کی بداخلاقیون اور رشوت ستانیون کا حال لکھا ہے اور اس قسم کے اور بہت سے واقعات جابجا نقل کیے ہین، حکومت کے رعب اور اس کے احکام کی تعمیل کے لئے ایک ایسی قوت تنفیذی کی ضرورت ہے جو اس کو عملی جامہ پہنائے، عہد ترک موالات مین تقریبًا ہر جگہ دوی پنچائت قائم ہوئی لیکن وہ کامیاب نہ ہوسکی اس کی وجہ یہ ہے کہ اسکی پشت پر کوئی تنفیذی قوت (PAUER EXECATIUI) موجود نہ تھی اور اس قوت کے قیام کے لئے فوجی قوت کی ضرورت ہے، اس حیثیت سے مغلون کا نظام جس قدر مضبوط تھا، اس کا حال اگر آپ کو پڑھنا ہو تو مشہور مورخ مسٹر ڈبلو، اروِن (Mr. W. Irvine) کی کتاب ہندی مغلون کی فوج (The Army of The Indian Moghul) کا مطالعہ کیجئے جو چند سال ہوئے لندن مین شائع ہو چکی ہے اور ہمارے کتب خانہ مین بھی موجود ہے، اس کا لازمی نتیجہ کپتان مذکور کی زبان مین یہ تھا،

"اس ملک کی رعایا فرامین کی اس قدر پابندی کرتی ہے کہ ڈاکہ اور قتل کی خبرین بہت کم سنی جاتی ہین، ایک غیر ملک کا باشندہ اس ملک مین کہین چلا جائے کوئی یہ بھی نہین پوچھتا کہ وہ کہان جاتا ہے اور کیون جاتا ہے"

اورنگ زیب نے صحیح حالات معلوم کرنے کے لیے ہر جگہ اور ہر ملک مین لاتعداد ایجنٹ مقرر کر رکھے تھے اور اس کو ہر جگہ اور ہر وقت کی خبر ملتی رہتی تھی، اب اس کے خطوط کا خوش قسمتی سے ایک بڑی تعداد مین موجود ہین مطالعہ کیجئے تو آپ کو نظر آئے گا کہ وہ کبھی اپنے کسی افسر کی تنبیہ کرتا ہے، کبھی اپنی اولاد کو ڈانٹتا ہے کبھی اپنے کارندون کو ملامت کرتا ہے اور کبھی ان کی کاروائیون پر اظہار نفرت کرتا ہے، ایک ایسے بادشاہ کے وقت مین یہ کہنا کہ انصاف نہین ہوتا تھا ایک سراسر غلط واقعہ کا اظہار ہے،

رہا یہ کہ بعض اوقات ڈاکو امن پسند باشندون کو لوٹ لیتے تھے، سو ایسی وارداتین اب بھی موجود ہین اور پہلے باشندے تو اسلحہ رکھنے کی وجہ سے اپنی مدافعت بھی کر سکتے تھے، لیکن اب وہ یہ بھی نہین کر سکتے بمبئی جیسے بڑے شہر مین مسٹر عبد القادر باوٗلا کا قتل اسی قسم کے اتفاقی واقعات کی ایک مثال ہے، اور کوئی حکومت بھی اس کے لئے مورد الزام قرار نہین پا سکتی، دوسری خوفناک جماعت ٹھگون کی بتائی جاتی ہے، لیکن عہد اورنگ زیب مین اس قسم کی کوئی مثال نظر نہین آتی، اگر ہندوستان مین یہ چیز ہو بھی تو مغربی نقطۂ نظر سے شاید اب معیوب نہ ہو کہ صرف لندن کے اخبارات مین جدید ٹھگون کی ایک بڑی جماعت اسی (—TRICK—) کے ذریعہ لاکھون روپیہ لوٹ چکی ہے،

باب مین ہندوستان کی صنعت وحرفت پر لکھا گیا ہے، لیکن چونکہ ہم پہلے اس پر بہت کچھ اظہار خیال کر چکے ہین اور بتا چکے ہین کہ اس وقت ہندوستان کی کیا حالت تھی اس لئے یہان پر صرف کپتان ہملٹن کے بیان پر اکتفا کرتے ہین،

"ہندوستان مین عمدہ سے عمدہ کپڑا اور بکثرت ایسا ملتا تھا جسکی مثال یورپ مین ملنی دشوار تھی۔ . . . یہان روئی کا ایک ایسا کپڑا بنایا جاتا ہے جو بہت باریک اور ملائم ہوتا ہے، اور اس قدر پائدار کہ ویسا کبھی اپنی زندگی مین استعمال نہین کیا؛"

اس کے علاوہ دنیا کے دوسرے تمام فنون لطیفہ مثلاً نقاشی، صناعی، مصوری، اور اس قسم کی دوسری صنعتون مین ہندوستانیون نے کمال پیدا کر لیا تھا اور ہندوستان کی اب جو حالت ہے اسکا موازنہ اس وقت کی حالت سے مختصر طور پر یون ہو سکتا ہے کہ اس وقت ہندوستان کی مصنوعات نہ صرف تمام ایشیا و افریقہ بلکہ تمام یورپ مین بکثرت جاتی تھین اور اب ہندوستان ایک ایک چیز کے لئے انھی کا محتاج ہے، مرزا بابر جنگ نے جن افسوسناک واقعات اور جن ناجائز غیر قانونی اور ظالمانہ کاروائیون کی طرف اشارہ کیا ہے ان کو نقل کر کے ہم فیصلہ خود ناظرین کے سپرد کرتے ہین:

"ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہدہ دار ہندوستان کے نداف اور اس کی صنعت کو نیست و نابود کرنے کی غرض سے مختلف اقسام کی تدابیر استعمال کرتے تھے، پہلے کچھ رقم پیشگی دے کر ان کو ملازم رکھتے تھے اور جو چاہتے تھے وہ کام ان سے لیتے تھے اگر کسی نے کچھ بھی خلاف معاہدہ کیا تو ٹکٹی مین باندھ کر بیدون سے سزا دیتے تھے انکی انگلیون کو مختلف اقسام کی ایذا پہنچاتے تھے،...... ۱۸۱۳ء مین جو شہادت تھامس منرو نے دی تھی اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ کمپنی کے عہدہ داران ندافون کو بھیڑیون کی طرح ایک مقام پر جمع کر کے کھڑا کرتے تھے، اور ان پر پہرہ مقرر کر دیا جاتا تھا کہ جب تک وہ نداف حسب دلخواہ کمپنی کے معاہدہ پر دستخط نہ کر دین، اپنی جگہ سے ہٹنے نہ پائین، مسٹر کاکس نے شہادت دی تھی کہ اس طریقہ سے معاہدہ کے پابند جلاہون کی تعداد صرف ان کے ایک کارخانہ مین پندرہ سو (۱۵۰۰) ہے..... ریگولیشن ایکٹس ۱۷۹۳ء کے . . . بموجب جس پارچہ باف نے کمپنی سے پیشگی رقم لے لی، پھر اس کو یہ حق نہ تھا کہ کسی دوسرے کا کام بنا دے، اگر کوئی پارچہ باف ایک سے زیادہ کارگاہ اپنے گھر مین رکھے گا تو تاوان دینا پڑیگا، فوجداری مین مقدمہ چلایا جاویگا، عہدہ داران کمپنی کو ان کے مکانون مین خلاف مرضی داخل ہو جانے کا اختیار بھی دیدیا گیا تھا"

یہ تھی آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی کی کاروائی اور اس طرح ہندوستان کی صنعت کو برباد کر کے الزام سے بچنے کے لئے انگریز مورخین اس کا سارا الزام مسلمان حکمرانون پر ڈالتے ہین، اگر ہم کو کبھی موقع ملا تو ہم انشاء اللہ ہندوستان کی صنعتی تباہی کا مرثیہ لکھین گے، اس وقت اگر کوئی صاحب دیکھنا چاہین تو ہم میجر باسو کی تصانیف کلکتہ ریویو کے مضامین وغیرہ کے مطالعہ کی سفارش کرین گے جو ۱۹۲۲ء مین شائع ہوئے ہین،

اس کے بعد مہمان نوازی کا باب ہے، یہ مشرقی اقوام کا شیوہ ہے اور اس سے یہان کے باشندون

کے اعلیٰ اخلاق پر روشنی پڑتی ہے، اس کے بعد دو باب خاص اہمیت رکھتے ہین جن مین یہ دکھانے کی
کوشش کیگئی ہے کہ اورنگ زیب کا یورپ کے تاجرون کے ساتھ عموماً اور انگریزون کے ساتھ خصوصاً
کیا برتاؤ تھا اور وہ کس طرح بادشاہ، اس کے حکّام اور اس کے اعلیٰ افسرون کو دق کرتے تھے، کس طرح
بے ایمانی سے اپنی تجارت کو فروغ دینا چاہتے تھے کس طرح جنگی دینے سے گریز کرتے تھے اور کس طرح
اقسام کے حیلون سے اپنی جیبین بھرتے تھے، ان کو شکایت تھی کہ بحری ڈاکو ان کو لوٹ لیتے ہین، لیکن
سوال کیا جائے کہ خود انگریزی جہازون کا کیا رویہ تھا اور وہ جہاز جو سفرا کو لے کر نہایت ہی شاہانہ
سے روانہ ہوتے تھے افریقہ کے ساحلی مقامات، بحر عرب، خلیج فارس، خلیج بنگال وغیرہ مین کیا کرتے
تو شاید اس کا خاموش ندامت کے سوا کوئی دوسرا جواب نہ ہو، ایشیاٹک ریویو لندن اور جرنل آف
انڈین ہسٹری (الہ آباد یونیورسٹی) مین سر ولیم نارس کی سفارت کے متعلق مختلف مضامین گذشتہ
سال نکل چکے ہین، اس کے علاوہ عرصہ ہوا پروفیسر جدوناتھ سرکار نے "چاٹگانگ کے فرنگی"
کے عنوان سے ماڈرن ریویو (کلکتہ) مین ایک مضمون شائع کیا تھا، جو اب کتابی صورت مین عام
طور پر مل سکتا ہے، یورپ کی بد اخلاقی اور ڈپلومسی کوئی نئی چیز نہین ہے، پھر بھی سلسلہ قائم رکھنے
کے لئے مصنف کو اس قسم کے واقعات بھی لکھنے پڑے ہین، مسٹر ہملٹن بحری قزاقون کے متعلق لکھتے

"سمندر کے راستون پر لوٹ مار کرنا ان کے لئے کوئی غیر معمولی بات نہ تھی"۔

اس کے ساتھ ہی ہم کو یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ تجارتی کامیابی کے بعد سب سے پہلا جو خیال ان کے
دل مین پیدا ہوا وہ کیا تھا، مرزا یار جنگ تحریر فرماتے ہین:-

"جس ڈپلومسی کا مین ذکر کرنا چاہتا ہون اور جس سے سبق حاصل کرنا چاہئے وہ یہ تھی
کہ دو قوتون کو لڑا کر ایک قوت کا ممد بننا اور اس سے سلطنت و حکومت مین کچھ حقوق
حاصل کرنا، پھر جب حاصل شدہ حقوق مستحکم ہو گئے تو اس ڈپلومسی سے آگے قدم بڑھانا

اور نئے حقوق حاصل کرنا، اسی طرح سے رفتہ رفتہ دونون قوتون کو مٹا کر خود بلا شرکت
غیرے ملک کا بادشاہ بن جانا"

اس کی ابتدا ڈچون نے کی لیکن اسکی باقاعدہ تکمیل کا سہرا انگریزون کے سر رہا، اس لئے
انگریزون کا یہ دعوای کہ ہندوستان بزور شمشیر فتح کیا گیا ہے بالکل بے معنی اور لغو ہے،

ہمارا خیال ہے کہ ان چند صفحون کے بعد اورنگ زیب کے متعلق جو کچھ کہا جاتا ہے، اس کے
ایک بڑے حصہ کی تکذیب اور صحیح حقیقت کا اظہار ہو چکا ہوگا، جو اصحاب مزید معلومات حاصل کرنا
چاہین ان کو پروفیسر جدوناتھ سرکار کے مجموعۂ مضامین کا مطالعہ بھی کرنا چاہئے، یہ ہماری بدبختی ہے
کہ اردو مین اس شہنشاہ اعظم کے متعلق تقریباً ایک حرف بھی نہین ہے، مولانا شبلی کا رسالہ اور لین
پول کے اورنگ زیب کا ترجمہ ہماری پیاس نہین بجھا سکتا، ہم کو امید ہے کہ ہماری قومی درسگاہون
کا کوئی مؤرخ اس فرض کو انجام دیگا،

اب ہم کتاب کے اس حصہ کی طرف متوجہ ہوتے ہین، جو دراصل موضوع کتاب ہے اور جس
کے لئے یہ ابتدائی ابواب لکھے گئے ہین، مصنف نے اس باب کو تین فصلون مین تقسیم کیا ہے، (۱)
ہندؤن کا نقطۂ نظر، (۲) مسلمانون کا نقطۂ نظر (۳) اتحاد کی تدابیر،

ہندؤن کے نقطۂ نظر کو پیش کرتے ہوئے جناب مرزا یار جنگ نے پہلے ابتدائی نو باب کی تلخیص
کی ہے، پھر وہ فوائد گنائے ہین جو حکومت مغلیہ کی وجہ سے ہندوستان کو حاصل ہوئے اور بتایا ہے
کہ انھون نے کس طرح ہندوستان کے فن تعمیر، زراعت، باغبانی، نقاشی اور مصوری وغیرہ کو ترقی دی،
شہر آباد کئے، سڑکین بنوائین، ڈاک کا انتظام کیا، اور سب سے کم ممتاز لیکن سب سے زیادہ اہم جو
کام انھون نے کیا وہ یہ تھا کہ،

"اگر خدائے تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ بالآخر کل ہندوستان ایک ملک ہوجائے اسکا

تمدن ایک ہوجائے، اس کے بڑے بڑے پہاڑ اور دریا اس کے باشندون کو جدا نہ کرسکین
تو اس کی بنیاد قادر مطلق نے شاہان مغلیہ کے ہاتھون ڈالدی تھی، اور اس کے فخر کا سہرا
اورنگ زیب ہی کے سر پر زیب دیتا ہے کہ اس بادشاہ اورنگ زیب کے آخری عہد مین
ہندستان ایک متحدہ سلطنت وامپائر کی صورت اختیار کر لی تھی،،

دوسرا کام جو مسلمانون نے کیا وہ یہ تھا کہ ہندؤن مین جس شدت سے مذہبی طرز
ذات پات کا سوال تھا جو ایک بڑی حد تک معاشرتی اتحاد اور اسکی بنا پر سیاسی اتحاد کا ما
اس کو بہت کم کردیا، ان کی بری رسمون مثلاً ستی، یا کم سن بیوہ بچیون کا عقد نہ کرنا اور اس قسم
دوسری رسمون کے مٹانے کی کوشش کی اور:۔

"اس تمدن مین جو ضروری تبدیلیان آج سرعت کے ساتھ ہورہی ہین، ان کی ابتدا
کرنے کا سہرا بھی عہد مغلیہ کے سر پر پھبتا ہے۔ .... ہند کے کل بچون کو ایک
سطح پر لانے کی عملی ابتدا اسی عہد مغلیہ سے ہوئی تھی۔ .... چھوت کے رواج
کے متعلق مہاتما گاندھی اور دیگر رہبران قوم کی تعلیم آج یہ ہے کہ یہ رسم اس ملک کی ترقی
کے لئے زہر قاتل ہے، لیکن اس سبق کی الف ب، اہل ہند کو عہد مغلیہ ہی سے پڑھانا
شروع کردیگئی تھی،

اسی سلسلہ مین مصنف نے یہ دکھانے کے لئے کہ مسلمانون نے اس ملک کو کس طرح اپنا
گھر بنا رکھا ہے، اور کس طرح وہ اس کی ترقی، اسکی رفعت اور اس کے مفاد کی کوششون مین
اسی وقت سے جبکہ وہ پہلی مرتبہ یہان داخل ہوئے برابر حصہ لے رہے ہین اور عہد مغلیہ مین تو سلاطین
امراء اور اعلیٰ دماغ افسرون نے نہ صرف کشمیر کو جنت نظیر بنا دیا بلکہ تمام ہندوستان دار الامان
اور جنت نشان ہوگیا، آگرہ، فتح پور سیکری، دہلی، لکھنؤ، فیض آباد، الہ آباد، اجمیر، اورنگ آباد

وغیرہ غرضکہ ہندوستان کے تمام شہرون مین کچھ نہ کچھ نشانات آپ کو ملین گے، آپ اگر اس قسم کی
ترقیون کا حال پڑھنا چاہین تو محکمہ اثری کی سالانہ رپورٹون کو ملاحظہ فرمائیے، ان کے علاوہ آپ
کو مسٹر ونسنٹ سمتھ کی کتاب "ہندوستان کے مسلمان اور فنون لطیفہ" اور حال کی مسٹر پرسی براؤن
کی شائع کردہ کتاب "عہد مغلیہ کی نقاشی بھی" مطالعہ کے قابل ہین،

مسلمان اگرچہ ہندوستان مین حاکم ہوکر آئے، لیکن انھون نے کبھی اس بات کو ظاہر
نہین ہونے دیا اور انھون نے اپنے لئے کوئی خاص امتیاز یا نشان قائم نہین کیا، اپنی بستیان
الگ نہین بسائین اور مفتوح قوم کو اپنا بھائی خیال کیا، اسی کا نتیجہ ہے کہ شہر تو شہر قصبون اور
دیہاتون مین آپ کو یہ قومین پہلو بہ پہلو آباد نظر آئینگی، بعض جگہین ایسی ہین جہان صرف چند ہندوؤن
کے مکانات ہین اور باقی تمام مسلمان ہین یا بعض مقامون پر ہندو غالب ہین اور یہ اس بات
کی بین دلیل ہے کہ ہر قوم دوسری قوم پر بھروسہ کرتی تھی، اب بھی بعض مقامات پر ان دونون
قومون کے مختلف خاندانون مین اس قسم کے تعلقات قائم ہین کہ وہ ایک دوسرے کی شادی وغمی
مین اپنون کی طرح شریک ہوتے ہین، اور تخریبی تعلیم نے جن مقامات کی فضا اب تک مسموم
نہین کی ہے وہان یہ نظارہ آج بھی دیکھا جاسکتا ہے، مسلمانون نے ہندوؤن سے نہ صرف
مواخاۃ قائم کی بلکہ انکی بہت سی رسمین بھی ان مین داخل ہوگئین، ڈاکٹر سریندر وناتھ سین ایم اے
پی ایچ، ڈی نے کلکتہ یونیورسٹی کے رسالہ کلکتہ ریویو کے جنوری ۱۹۲۵ء نمبر مین اسی موضوع پر ایک
مورخانہ مضمون لکھا ہے جس مین وہ لکھتے ہین،

"ہندو اور مسلمان صدیون سے اس طرح ایک دوسرے کیساتھ رہتے آئے ہین،
کہ ایک دوسرے کے ساتھ رواداری کے ساتھ پیش آنا انکی فطرت ہوگئی ہے اور انھون نے
غیر محسوس طریقہ سے ایک دوسرے کے نہ صرف رسوم وعادات، اعتقادات، بلکہ اوہام تک

اختیار کرتے ہین، اور یہ کاروائی بابر کے حملہ کے پہلے ہی شروع ہو گئی تھی،[1]

سمجھدار ہندوؤن کا خیال ہے کہ ہندوستان مین مسلمانون کی حکومت عموماً اور مغلیہ سلطنت خصوصاً ایک برکت تھی، مشہور مرہٹہ رہنما، قانون دان اور مصلح جسٹس راناڈے نے دسمبر ۱۹۰۰ مین اودھ کے دارالسلطنت لکھنؤ مین انڈین سوشل کانفرنس مین تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ

"خداوند تعالیٰ نے صدیون تک اس ملک کو دوسری اقوام کے ماتحت بے فائدہ نہین رکھا تھا، بلکہ ان کی بہتری کے لئے اور ان کے اخلاق کی تعمیر اور ان کے نقائص کی تکمیل کے لئے یہ بہت ضروری تھا، ایک بات تو یقیناً صحیح ہے کہ جب مسلمانون کے زوال کے بعد پنجاب، وسط اور جنوبی ہندوستان مین ہندو حکومتین قائم ہوئین تو وہ اتنی کمزور نہ تھین جتنی کہ مسلمانون کے حملہ کے وقت کی حکومتین تھین، اس لئے ان کی حکومت نے یہان کے لوگون کو تباہ نہین کیا بلکہ اور مستحکم و مضبوط کر دیا"

ایسی حالت مین ہم نہین سمجھ سکتے کہ مسلمانون پر یہ الزام لگانا کہ انھون نے ہندو مذہب کو تباہ کر دیا، کہان تک صحیح ہے؛ مسلمانون کی قوم پر دوسرے جو الزامات لگائے جاتے ہین ان مین ایک اتحاد اسلام (Pan Islamism) کا الزام ہے، چنانچہ بنگال کے مشہور سیاسی لیڈر مسٹر پال نے ایک کتاب بھی اس پر لکھی ہے، لیکن اس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ انھون نے جو کچھ لکھا ہے وہ اغیار کے خیالات کا نتیجہ ہے اور انھون نے کبھی کسی تعلیم یافتہ مسلمان سے اس کے متعلق لکھتے وقت استصواب نہین کیا، ورنہ ان کو اس قدر غلط فہمی کا شکار نہ ہونا پڑتا، لیکن خوشی کا مقام ہے کہ اب انھون نے بھی اپنی گذشتہ رائے کی اصلاح کر لی ہے اور حال ہی مین اتحاد اسلام پر انھون نے جو تقریر کی تھی اور جس کا ترجمہ کثرت سے اخبارات مین شائع ہوا تھا وہ اس کا بہترین ثبوت ہے؛

[1] کلکتہ ریویو جنوری ۱۹۲۵ء صفحہ ۵،

محبت، رحم اور ہمدردی انسان کے شریفانہ جذبات ہین، اور قرب و بعد سے ان مین شدت و کمی ہوتی رہتی ہے، باپ بیٹے کی محبت، دوست، دوست کی محبت، ہمسایہ، ہمسایہ کی محبت، ہم شہری کی محبت، ہم صوبہ کی محبت، ہم ملک کی محبت اور ہم براعظم کی محبت، ہم مذہب کی محبت مختلف مراتب و مدارج رکھتی ہین، مسلمان اپنی مذہبی تعلیمات کے لحاظ سے مجبور ہین کہ وہ اپنے دوسرے مسلمان بھائیون کی مصیبت کے وقت مدد کرین لیکن اس کو ایک خطرناک صورت مین پیش کرنا یورپ کا اختراع تھا، جس نے اسلامی قوت کی پراگندگی اور مسیحی اقوام کے اتحاد کے لئے یہ جھوٹ تصنیف کیا کہ اس اتحاد کا مقصد ایک عالمگیر اسلامی حکومت ہے، اور ہندوستان مین تفریق و انتشار کے قیام کے لیے اس پر یہ روغن ملا گیا کہ ہندوستان کے مسلمان افغانون کو بلا لین گے، حالانکہ ایک شخص جو ذرہ برابر بھی موجودہ تاریخ و حالات سے واقفیت رکھتا ہے، ایک لمحہ کے لئے بھی اس خیالی خطرہ کو محسوس نہین کر سکتا، اس وقت مسلمانون کی جو معدودے چند حکومتین، افغانستان، ایران، ٹرکی، مصر، مراکش، ریف، عراق، حجاز اور نجد وغیرہ مین موجود ہین، وہ خود اپنی اندرونی کمزوریون کو دور کرنے یا یورپین اقوام کی غلامی سے نجات پانے کے لئے کوشان ہین، اور ان مین سے ایک مین بھی اتنی طاقت نہین ہے کہ دوسرے ملک کو فتح کرنا تو کجا خود اپنی ہی آزادی کو قائم رکھ لین، دوسرے اب مسلمانون کو مٹا کر یورپ نے بقیہ ایشیائی ملکون پر قبضہ جمانے کے لئے ایشیائی زرد خطرہ کا بھوت بنایا ہے، حقیقت تو یہ ہے کہ ہندوؤن کے بجائے مسلمانون کو ڈرنا چاہئے تھا، کیونکہ ہندوستان کی قریبی ریاستون مین اگر کوئی حکومت اس قابل ہے کہ وہ ہندوستان پر حملہ کرے تو وہ جاپان کی حکومت ہے جس کے ڈر سے برطانوی حکومت سنگاپور مین کروڑون روپیہ خرچ کر کے بحری مستقر بنا رہی ہے، اور جو یقیناً ایک ہندو ریاست ہے، اس کے علاوہ ہندوؤن کی آبادی بھی مسلمانون کی پچگنا ہے، پھر ہماری سمجھ مین

نہین آتا کہ ہندو مسلمانون سے کیون بے فائدہ خائف ہین ،

خلافت کے مسئلہ پر بھی جناب مرزا یار جنگ نے اظہار خیال کیا ہے لیکن چونکہ خلافت کا مسئلہ کافی طور سے معرض بحث مین آچکا ہے اس لئے ہم نظر انداز کرتے ہین، البتہ ہم جناب مرزا یار جنگ سے بادب گذارش کرین گے کہ وہ اس مسئلہ پر مستند کتابون کا ایک مرتبہ غور سے مطالعہ کرین اور دیکھین کہ اس خلافت اسلامی کے قیام کی اصلی غائت اور اسکی اصلی روح (‌[illegible]) کیا تھی تاہم ہم لائق مصنف کی اس رائے سے متفق ہین کہ :-

"مسئلہ خلافت کو خواہ ہم کسی پہلو سے دیکھین مگر اس ملک کی سیاسی ترقی مین ہمارا نقطہ وہی رہنا چاہئے جو یہان کی غیر مسلم آبادی کا ہے"

لائق مصنف نے ہندوؤن کے نقطہ خیال کو بیان کرتے ہوئے ان کی ایک بڑی شکایت کا کوئی ذکر نہین کیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ مسلمان، ہندوؤن کو جبریہ مسلمان بناتے تھے اور بناتے ہین ، اس سوال کا جواب نہ صرف مسلمانون کی طرف سے بارہا دیا جاچکا ہے، بلکہ سر آرنلڈ نے اپنی کتاب پریچنگ آف اسلام (دعوت اسلام) مین اس پر کافی طور سے بحث کی ہے، اور گذشتہ سال کے معارف مین جناب مولانا سید سلیمان صاحب ندوی کا ایک سلسلۂ مضامین جو ابھی تک غیر مختتم ہے اسی موضوع پر مؤرخانہ حیثیت سے نکل رہا ہے، ہم ناظرین سے اس کتاب اور ان مضامین کے مطالعہ کی درخواست کرینگے،

اس وقت نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام دنیا کے مسلمانون کا نقطۂ نظر صرف یہ ہے کہ "خود زندہ رہو اور ہم کو زندہ رہنے دو" اور ہندوستان کے مسلمان صرف اسی ایک بات کے خواہشمند ہین، وہ اب بھی رواداری کے لیے تیار ہین، چنانچہ ناگپور مین باجہ کے جھگڑے مین انھون نے جس آزاد خیالی کا ثبوت دیا اسکی مثال برادران وطن کے پاس نہین ہے، وہ ہر وقت اپنے ملکی مفاد کے لیے ہر قسم کی قربانیان بشرطیکہ ان سے انکی قومی ہستی خطرہ مین نہ آجائے کرنے کو تیار ہین اور عہد ترک موالات مین ایسا کر کے انھون نے دکھا بھی دیا ہے،

اگر ہندو مہاتما گاندھی کے اس اصول پر کہ مسلمانون کے دوست بن کر بہت کچھ کیا جاسکتا ہے، عمل کرنے کی توفیق پاتے تو اب تک بہت کچھ کامیاب ہو گئے ہوتے لیکن انھون نے معاندانہ رویہ اختیار کر کے نہ صرف اپنے مفاد کو صدمہ پہنچایا، بلکہ ملکی ترقی کو بھی مہلک ضرب لگائی، ہم بحیثیت ایک قوم کے ہندو قوم کی ترقی کے مخالف نہین ہین لیکن اس کو جن ذرائع سے حاصل کرنے کی کوشش کیجارہی ہے ان کے مخالف ہین ، انھون نے نوجوان ہندوؤن مین قومیت کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے یہ نہین کیا کہ وہ اپنی گذشتہ شاندار قومی تاریخ پیش کرتے ہین، بلکہ انھون نے مسلمان بادشاہون کے مظالم کے فرضی افسانے لکھ لکھ کر تحریر و تقریر، تصنیف و تالیف، ناٹک و افسانہ کے ذریعہ ان نوجوانون مین قومیت کا جذبہ تو پیدا کردیا لیکن اس کے ساتھ ہی ان کو اپنے سات کروڑ بھائیون کے خون کا پیاسا بھی بنا دیا، مسٹر تلک نے مرہٹہ نوجوانون مین جوش زندگی پیدا کرنے کا جو طریقہ اختیار کیا اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ہر مرہٹہ مسلمانون سے متنفر ہو گیا، محرم کے مقابلہ مین یوم سیواجی مقرر کیا گیا اور پھر سیواجی کی وجہ سے اورنگ زیب آیا اور اس کے ساتھ تمام مسلمان، اس کی اگر مفصل داستان پڑھنی ہو تو وہ رپورٹ پڑھئے جو رولٹ کمیٹی رپورٹ کے نام سے حکومت نے شائع کی تھی، اور اس جماعت کا بھی اس مین بہت بڑا حصہ ہے چونکہ معارف مین اکتوبر کے شذرات مین اس پر کافی روشنی ڈالی جاچکی ہے اس لئے ہم اس کو طول نہین دیتے ،

مختلف فیہ مسائل مین گائے اور زبان کے مسائل بھی ہین، اور موخر الذکر کے متعلق برادران وطن کا جو رویہ ہے، وہ بہار کی کونسل کی کارروائی اور اس کے افسوس ناک نتائج سے ظاہر ہے، مگر مرزا یار جنگ بہادر نے انکو اپنے مباحث مین داخل نہین کیا ہے اس لئے ہم بھی ان کو نظر انداز کر دیتے ہین،

اس کے بعد مرزا یار جنگ بہادر نے اتحاد کی حسب ذیل شرائط بتائی ہین ،

۱- تعلیم و نصاب مین اصلاح ،

۲- اضلاع کی کانگریس کمیٹیون پر بار ڈالنا ،

۳- اتحادی لٹریچر کی کثرت

۴- دہلی کی اتحاد کانگریس کی تجاویز پر عمل کرنا،

۵- رکنیت کانگریس کی شرط بنانا،

۶- یکجا تعلیم دلانا،

۷- سوشیل لائف وطرز معاشرت مین تبدیلی کرنا،

۸- جداگانہ انتخاب،

ان مین سے دفعات ۳، ۱۰ اور ۶ تقریباً ایک ہی چیز ہین، اور اس حقیقت سے کوئی شخص انکار نہین کر[سکتا]
کہ جب تک کہ ان مخالف اتحاد تصانیف کو فراموش نہ کر دیا جائے جو موجودہ حالت کا سبب ہین اور [آئندہ]
نسلون کو صحیح اتحادی مدارس و اسکول مین تعلیم نہ دیجائے یہ مطلوبہ مقاصد حاصل نہین ہو سکتے، ابتدائی [تعلیم]
سے لیکر کالج کی اعلیٰ تعلیم کی کتابون تک مین آپ دیکھین گے کہ اس نفاق کی اسپرٹ کو قائم رکھنے کی کوشش [کی]
گئی ہے اور اس سے نہ صرف یہ نقصان ہوتا ہے کہ ہندو مسلمان بچے ایک دوسرے سے نفرت کرنے لگتے [ہین]
بلکہ وہ اپنے اسلاف کو وحشی، غیر متمدن، جاہل اور نہ معلوم کیا کیا سمجھنے لگتے ہین، اس کے علاوہ موجودہ ڈرامے
افسانون اور دوسری تصانیف مین بھی اس قسم کا زہر بھرا جا رہا ہے، اس لئے ایک کمیٹی اس قسم کی قائم ہونی [چاہئے]
جو ان الزامات کی باقاعدہ تردید اور اس قسم کے لٹریچر کی روک تھام کرتی رہے، عرصہ ہوا علامہ شبلی رحمۃ [اللہ علیہ نے]
مدارس کے نصاب تاریخ کی کتابون کی اصلاح کے لئے ایک "انجمن اصلاح تاریخ" کے نام سے قائم کی تھی
وہ انجمن ان کے ساتھ گئی، مگر اس کی ضرورت اب تک باقی ہے، اس مقصد کے حصول کے لئے قومی مدارس
قومی نصاب اور قومی مصنفین کی ضرورت ہے:

اس کے علاوہ دونون کے متحد ہونے کے لئے ان شرائط کی پابندی جو ان کے علاوہ مین یقیناً معاون ہونگی
اور ہم کو امید رکھنا چاہئے کہ ہمدردان ملک ان پر غور کرینگے، جناب مرزا یار جنگ نے بہت صحیح فرمایا ہے کہ [یہ]

نزاعات ایک وقتی شے ہین اور موسمی ہوا کی طرح گذر جائینگی،

جناب مرزا یار جنگ نے اس کتاب کو جس خلوص، جس نیک نیتی، جس صحت اور جس غور و فکر سے
لکھا ہے وہ ایسا ہے کہ ہر صاحب فکر کو اس کا مطالعہ کرنا چاہئے اور ہم ان کو اس کامیاب وطنی وملی تصنیف
پر مبارکباد دیتے ہین، یہ کتاب تاریخی حیثیت سے اس قدر بہتر ہے کہ اس کا انگریزی اور دیسی زبانون مین
ترجمہ کثرت کے ساتھ شائع کرنا چاہئے،

ہم جناب مرزا یار جنگ کے ساتھ اس خیال مین متفق ہین،

"دنیا کے تلخ تجربے سچائی کا سبق دیدیتے ہین، ایک نہ ایک دن سچ ضرور غالب ہوتا ہے،
یہ قانون قدرت ہے، اور یہی وجہ ہمارے اس اعتقاد کی ہے کہ ہندو مسلمانون مین اتحاد ہو کر رہیگا،

اور ان کی آخری دعا پر

"ہم انسان تیرے بندے کمزور ہین، بغیر تیری مدد کے کچھ نہین ہو سکتا، اے خداوند کر، اور
اس ملک کے تمام باشندون مین اتفاق پیدا کر تاکہ اسکی قوت سے ہم منزل مقصود تک پہنچ سکین"،

آمین کہتے ہین،

تصوف اسلام

یعنی

اسلامی تصوف کا عطر، قدماء صوفیہ کے حالات اور انکی تصانیف پر تبصرہ مؤلفہ مولوی عبدالماجد
صاحب بی اے، لکھائی چھپائی عمدہ ضخامت ۱۷۸ صفحہ قیمت ۱۲

"منیجر"

روحِ ایران کی جلوہ انگیزیان

تجلّیاتِ روحِ ایرانی درادوارِ تاریخی

(۱)

از

مولوی محمد خلیل الرحمٰن صاحب مترجم اخبار الاندلس

اس سے کسی طرح انکار نہین ہو سکتا کہ ایران کا اثر کل دنیائے اسلام پر اتنا پڑا کہ اس نے اسکی بالکل کایا پلٹ دی، اسلام کی سادگی و بے تکلفی کو آرایش و تصنع سے بدل دیا، اس کے سادہ اور فطری لٹریچر مین تکلف اور رنگ آمیزی کی، ہندوستان کی تہذیب مین تغیر پیدا کیا، افریقیہ کی بربریت بدل دی، بلکہ اگر مین کافر بنایا جاؤن تو مین یہانتک کہنے کو تیار ہون کہ دین اسلام کو جسے انھون نے بطوع اختیار کیا یا کراہ اگر بالکل بدل نہ دیا تو کم از کم اپنے اثر سے اسکی سادگی کو کھو دیا، اس سے بھی انکار نہین ہو کہ بظاہر ایران کا احسان بھی مسلمانون پر ہے اور بہت کچھ کہ انھون نے دین کی خدمت کی اور خوب کی،

لیکن اگر بامعان نظر دیکھا جائے تو ایران سے اسلام اور مسلمانون کو نقصان بھی اتنا پہنچا کہ اس کا کفارہ ایرانیون کے احسان سے نہین ہو سکتا، یہ موقع تفصیل کا نہین ہے اور مین جانتا ہون کہ میرے اس قول کی مخالفت ہو سکتی ہے اور ہو گی، اگر غور سے یہ معلوم ہو گا کہ طبائع ایران کی یہ خصوصیت ہے کہ ان مین انتقام کا مادہ بہت زیادہ پایا جاتا ہے، اگر آج کل کی اصطلاح سے مدد لیجائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ کم از کم بعد از فتح ایرانیون مین بمقابلہ تعمیر (کنسٹرکشن) کے تخریب (ڈسٹرکشن) کا مادہ زیادہ پیدا ہو گیا؟ اور اس سے انھون نے اسلام اور مسلمانون کے مقابلہ مین زیادہ کام لیا، اور عجیب عجیب طریقون سے کام لیا، یہ روح انتقام ہی تھی کہ انھون نے اگر ایک طرف دنیجی معاف کیا جائے) اپنی ریشہ دوانیون سے خیالات پر اثر ڈالا، تو دوسری طرف عربیت کو نیچا دکھایا،

یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہیے کہ ایران کی یہ خصوصیت اس مین سے نکل گئی ہے، جن حضرات کو مجلّہ "ایران شہر" جو برلن سے شائع ہوتا ہے، ملاحظہ فرمانے کا اتفاق ہوتا ہو گا، وہ اس کی تصدیق فرمائین گے کہ یہ مادّہ اُن مین "الآن کما کان" موجود ہے فرق صرف اتنا ہے کہ اس وقت ان کے ہدف یورپین ہین، عرب یا مسلمان نہین کہا جا سکتا ہے کہ مفتوحین مین یہ خصوصیت پیدا ہو ہی جاتی ہے، مثلاً ہندوستان کے ہندو اور اسپین کے عیسائی، لیکن آخر مغاربہ بھی تو مفتوح لوگ ہی ہین، اور دور نہ جائیے، ہندوستان مین بھی نو مسلم لوگ ہین جو زیادہ سے زیادہ چھ سات سو برس کے مسلمان ہین، مگر ان مین شیوجی کی مورتی نہین پوجی جاتی، ایران کے احیائے ثانیہ نے تو یہ غضب ڈھا رکھا ہے کہ تیرہ سو برس کے مسلمان قوم پرستون کے یہان زرتشت پرستی شروع ہو گئی ہے،

مین نے جو کچھ مجملاً اوپر عرض کیا ہے وہ میری اختراع نہین، اس وقت میرے سامنے ۷۶ صفحہ کی ایک چھوٹی سی کتاب موسومہ "تجلّیات روح ایرانی درادوار تاریخی" ہے ذیل مین مین اس سے چند اقتباسات پیش کرنا چاہتا ہون تاکہ ایران کی موجودہ تحریکات اور قوم پرستون کے جذبات کا کچھ حال معلوم ہو سکے،

یہ رسالہ حسین کاظم زادہ ایرانشہر کے فیض قلم کا نتیجہ ہے، جو قوم پرستون مین پیش پیش ہین، اس رسالہ کے طبع و نشر کا نصف خرچ آقا مرزا ابوالقاسم نوذری (تاجر ایرانی مقیم واشنا) نے بکمال فتوت عطا فرمایا ہے،" اس پر ص، رضازادہ شفق تبریزی نے مقدمہ نہین، سرآغاز[1] نہایت خوبی سے تحریر فرمایا ہے، اس مقدمہ کا مطلع یہ ہے: "از عقیدہ قیاس یک کشور بعضویت واحدہ بدرازی عمر تاریخ، قدیم است" آگے چلکر جناب شفق نے یا طرفداران بساطت ذات

[1] کاظم زادہ، رضازادہ، سرآغاز وغیرہ الفاظ قابل لحاظ ہین، ان قوم پرستون مین جان اور تحریکات ہین اُن مین ایک یہ بھی ہے کہ جہان تک ممکن ہو فارسی زبان سے عربی الفاظ نکال دیئے جائین کیونکہ یہ غیر ملکی ہین اور ایران کی غلامی کے نشان، اس وقت تک تو اس مین چندان کامیابی نہین ہوئی لیکن اگر ان حضرات کے دم مین دم ہے تو ادھر ہندوستان سے اردو نکلیگی، ادھر ایران سے عربی کا جنازہ اُٹھ جائے گا،

دیاران زنگی (ممکن ہے کہ معارف ہو) و مغول سے بھی ہمدردی ظاہر فرمائی ہے لیکن مقصود اصلی یہ ظاہر کرنا ہے کہ:-

"روح ایرانی این حیات دراز خود را فقط مرہون بزرگی خود میدون است، این استعداد روح ایرانی او را مانند

اقیانوسی کردہ کہ ہر موجود دیگر را در میان امواج خود منحل و معدوم ساختہ و برگونہ سیل ہائے متناوب

تاریخ را در خود فرو بردہ و نابود کردہ است"

یونان کو "از نژاد ایران" بتلا کر اس کو تسلیم کر لیا گیا ہے کہ وہ "در فلسفہ برما برتری داشت" مگر اتنا غنیمت ہے

کہ "در دین (اسلام نہین بلکہ زرتشتی) عقب بود کیونکہ زرتشت از بارزترین چہرہ ہائے ایرانی است کہ این بحیثیہ لا ینفک

ایرانی تعلیم خود جلوہ داد" رسول عربی صلوۃ اللہ علیہ وسلامہ کا یہاں کوئی ذکر نہین ہے،

"حکیم معروف اسپینوزا نیز مدتے برائے تالیف نیک و بد کوشیدہ و آخر قرار بر منفی تصور کردن بد دادہ

بود، زرتشت در مقابل حقیقت تلخ قہر و قدرت بد در عالم، نتوانست آن را در یک صورت منفی تصور نماید، بلکہ

اہمیت مبارزہ بزرگ خوب و بد را نیک تقدیر نمودہ و از آن پس بود کہ بسابقہ روح ایرانی غلبہ آخرین

"اہورا مزدا" را درک کردہ و بدین طرز انجام را بوحدت رسانید . . . . تصوف اگر در

زرتشت ہست غیر از آن است کہ در مل مادری آریائی ہند بود، زرتشت روح آریائی شرق را از انحطاط بہت

و اسرار نجات دادہ و نسبت عرش را با فرش خوب دانست"

زرتشت کے متعلق ابھی آگے چلکر آپ اور کچھ ملاحظہ فرمائین گے۔

روح آریائی کی اس لئے تعریف کیجاتی ہے کہ "با ایران ہم نژاد است" مانی کو سراہا جاتا ہے، مزدک کی

توصیف ہوتی ہے، محض اس لئے کہ روح ایرانی ان مین تھی

"در تاریخ اسلام نیز این استعداد خاص ایرانی را در نہضت ہا و نیز در آثار دینی و فلسفی ایرانی ہائے مسلمان

نشان میدہد تشعب و مناقشات از معتزلہ تا زمان اخیر نشست نشان از ہمین روح نا راحت و جہانگیر

بودہ است:

ایرانیون کا مطمح نظر نہایت وسیع رہا ہے اور ہے، چنانچہ:

".. حکمت اشراقی غرب و تصوف شرق در ایران زمینہ حاصل خیزی برائے خود پیدا کردند"

ایران پر ہزارہا مصائب پڑے، غیر ملکیون نے اس کو خراب کیا، اس کی ملت کو برباد کیا، بے تعداد

آفتین نازل کین مگر:-

"روح ایرانی باز موجود است، و لے دگرگون بودہ، علاقہ اش از ارادہ و درک ملی قطع آمدہ

است، در واقع ایرانی مانند آدم مجذوب می باشد کہ با این کہ روح دارد اختیار از و مسلوب است"

اب مقصود اصلی یہ ہے کہ اس روح ایرانی کو برسرِ کار لایا جائے اور خیالِ وطنیت پیدا کیا جائے، وغیرہ وغیرہ

یہان تک مین نے نہایت اختصار کے ساتھ سر آغا کا خلاصہ کیا ہے، جس سے کچھ اندازہ جذباتِ ایران

کا لگ سکتا ہے۔

اس کو نہ بھولنا چاہئے کہ شعائر ملی ایران کو اگر بنظر تدقیق دیکھا جائے تو عجب پردہ ہا دلربا و رنگین و حیرت بخش

نظر آتے ہین، قاعدہ ہے کہ جب کوئی نامور اور سرفراز ہوتا ہے تو اس کے متعلقات جتنے بھی ہوتے ہین سب ہی

متبرک بنجاتے ہین، چہ جائیکہ کہ اصل و نسل،

"چنانچہ روح ایرانی مانند آئینہ صاف تمام خصائص نظر فریب و اصیل مخصوص نژاد سربلند آریائی را

در ہمہ دورہ ہائے تاریخی خود ہویدا و جلوہ گر ساختہ است، روح ایرانی ہموارہ نمائشگاہ تجلیات روح آریائی

گردیدہ و در میان قرنہائے استیلا و وحشی گری و تخریبات، مزایائے نژاد ہند و اروپائی یعنی حدت ذکاوت

سرعت انتقال، علو فکر، وسعت ذہن، بلندیِ خیال، فراوانی محصولات دماغی و قدرت تحلیل بردن و

تربیت نمودن اقوام دیگر را ہمیشہ نشان دادہ و نگاہ داشتہ است"

قابل ستائش ہے وہ اولاد جو اپنے اجداد کی توصیف مین رطب اللسان ہو، نا خلف ہے وہ نسل جو باپ

دادا کا احسان نہ مانے، مقابلہ کیجئے ایران کا یورپ سے اور خود انصاف کیجئے کہ کون کس خطاب کا مستحق ہے، اور کن
کی اصل و نسل ایک ہی ہے، مگر پہلے نے آفتاب آریائی سے اقتباس نور کرکے دنیا کو چار چاند لگا دیے، اور دوسرا ...
تخت و بخت اپنے اجداد کی تعریف مین بلند آوازہ نہیں؟

"روح ایرانی بسے ناموران تاریخی آفریدہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بسیارے از اقوام وحشی و نیم متمدن را
بشاہراہ تمدن رہنمائی کردہ"

مگر اس نژاد کے کسی اور فرد مین یہ بات نہیں پیدا ہوئی،

این روح ایرانی ہست کہ مردانے مانند کوروش (سیروس) داریوش، اردشیر و شاپور و نوشیروان
و زرتشت و مزدک و مانی و بہزاد و حلاج و فردوسی و ابن سینا و حافظ و خاقانی و امثال آنہا را در آغوش خود
پروردہ است"

کوروش سے لیکر بہزاد تک بے شبہہ پروردہ شیر ایران ہین، لیکن اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ حلاج سے لیکر
خاقانی تک کو نژاد سامی نے اپنے خون سے پرورش کیا ہے تو نژاد آریائی کے اس آبگینہ کو ٹھیس لگتی ہے جس مین
احسان فراموشی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے،

"ہر اسمی ملتے کہ در قرنہائے تاریک بشریت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بدان پایۂ بزرگ جہانگیری و حکمرانی رسیدہ
۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نباید یک ملت مردہ و بے روح شمردہ شود و افراد امروزی ان ملت نباید خود را از بوئن فرزند
سوناقوان شمارند، باید با ہر گونہ وسائل علمی، فنی، سیاسی و اجتماعی آن روح پژمردہ را از نو شگفتہ و جلوہ گر ساخت
و بعالمیان نشان داد کہ ایرانی در تاسیس مدنیت جہان چہ خدمتہا کردہ، و باز برائے رونق دادن و زینت بخشیدن
ان تمدن حاضر و توانا است"۔

خدا کرے کہ جو امیدین لگائی جا رہی ہین وہ پوری ہون، روح ایران اس کو تسلیم کرے یا نہ کرے، دنیا تو کسی
کو بھی نژاد آریائی کی سوتیلی مان کا اعجاز و احسان سمجھیگی،

"باید برائے بیدار کردن حس ملت در دلہائے افراد ایرانی بخصوص در نژاد نو نژاد ایران ہر گونہ اقدام
تشبث نمود، در نظر ما تدقیق و نشر تاریخ ایران، از میان آنہم شرح تاریخ تمدن قدیم این کشور بہترین وسیلہ ہاست
باید نژاد نو نژاد ایران پیش از ہر چیز بفہمد کہ کے بودہ است و اجداد او چہا کردہ اند، چہ آثار حیرت بخشی برائے
او بیادگار گذاشتہ و دارائے چہ عقائد و چہ احساسات و منقائے بودہ اند، بعبارت دیگر روح ملی ایرانی در
ادوار تاریخی زندگی چہ اثراتے از خود زائیدہ و چہ تجلیاتی در نمائش گاہ مدنیت گیتی بظہور آوردہ است"،

مجھے اس وقت تجلیات روح ایرانی کے اس حصہ سے بحث ہے جس پر مین نے خط کھینچ دیا ہے اور ضمناً
اور امور کو بھی نہ چھوڑونگا کیونکہ وہ دلچسپ ہین،

مصنف علام ہر ملت و نژاد ایشیا کو یگان یگان شمار کرکے انکی خصوصیات کو تبلاتے ہین اور ہر ایک کو
مجروح و مطعون کرتے ہین،

"اما خصال و خصائص ملت ایران کہ از روزگاران پیشین در نہاد او متمکن و در اعمال وے ہویدا
بودہ عبارت از علویت طلبی، حس تشبث و تقلید، ذوق و مہارت در تجارت، افراط در ہوس رانی و خوش
گزرانی و اطاعت کورکورانہ بحکمران و شاہ پرستی و حدت ذکاوت و استعداد در صنائع ظریفہ و آزادانہ یعنی
و طبیعت دوستی بودہ است ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ از تاثیر این خاصہ روحی احس غرور، غلو و افراط
در تمام تشکیلات اجتماعی و سیاسی و در ہمہ اعمال و افکار ایرانی از سلطنت و دین گرفتہ تا در زبان و ادبیات
در وضع زندگی و در مسائل اقتصادی وغیرہ در تمام ازمنۂ تاریخی حکمران بودہ است، چنانچہ در تاثیر این روح
علویت طلب ایرانی ہمیشہ استیلا بر ممالک دیگر و جہانگیری و جہان گردی را وجہۂ ہمت خود ساختہ است"

اسی روح کا پرتو ہے کہ کشور ایران مین پیغمبر و فیلسوف گذرے، عصیان و طغیان و انقلاب ہوئے،
ادبیات سے روحانیات و الٰہیات کی طرف لوگ مائل ہوئے، قصائد و مدائح لکھے گئے، بڑی بڑی عمارتین بنین،
لطف یہ ہے کہ اسی روح کی تلقین ہے کہ:-

بسابقۂ غزوۂ علی اسکندر، اکدونی را از نژاد دارا شمردہ، نسب ائمہ خود را از نسل شہربانو بہ یزدجرد رسانیدہ

و اغلب پادشاہان را بدعوی انتساب بخاندان ساسانی وا داشتہ است"،

اس کے متعلق مجھے آگے چل کر کچھ عرض کرنے کا موقع ملے گا،

تمدن و سیاست میں ایرانیوں نے مملکتہائے ہمسایہ را استیلا و امپراطور ہا را باجگزار کیا

یہودیوں کو بابل سے رہا کیا، داریوس نے ملکی، مالی، لشکری اصلاحات کین، نوشیروان نے بزرگ

ترقی دے کر کہین سے کہین پہنچا دیا، اس کے بیٹے نوشزاد نے اگر باپ سے بغاوت کی تو اسکی وجہ یہ تھی کہ "مادرش

بود" انتہا یہ کہ ایک بادشاہ نے "آب دریا را حکم داد، وا و تعمیل کرد" وغیرہ وغیرہ"

تمدن و دین و مذہب کی ذیل مین مصنف علام نے جو کچھ تحریر فرمادیا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ با وجود

خوف طوالت مین اُس کے بیشتر حصہ کو نقل کردن،

"دین ایرانیان قدیم کہ دین زرتشتی بود یکے از سادہ ترین و طبیعی ترین مذہبہاست، (یہ یاد رہے

کہ اس فصل تفصیل مین کوئی استثنا نہین) فلسفۂ این دین ان قدر روشن و سادہ بودہ است کہ بعقیدۂ

گروہے از علما و فلاسفہ روزے خواہد آمد کہ این از طرف ہمہ ملتہا دنیا

قبول خواہد شد،

اساس این دین چنین است کہ خود (آہورا مزدا) دو عنصر آفریدہ کہ یکے عنصر نیکی و روشنائی است

و یزدان نام دارد، و دیگرے عنصر بدی و تاریکی است کہ اہرمن نام دارد، در دنیا ہرچہ تندرست، نیک،

خوب، زیبا، و ہرچہ دارائے شفا و شادی و روشنائی و امثال آنہا ہست ہمۂ آنہا کار یزدان می باشد،

و برعکس تمام زشتیہا، بدیہا، قحطیہا، طوفانہا، سیلہا، ظلمہا، مرگ، سرما، ناخوشیہا، گرسنگی، ناپاکی،

نادانی، دروغ، و اخلاق زشت ہمہ آفریدۂ اہرمن است،

یزدان و اہرمن ہمیشہ باہم در زد و خورد ہستند، و در انجام کار یزدان فیروزمند شدہ، و روز دین

را بانیکی و پاکی و روشنائی پر خواہد کرد. . . . . بدین جہت است کہ در دین

بہ آفتاب و آتش، کہ بزرگ ترین منبع روشنائی ہستند اہمیت زیادہ دادہ شدہ است، چنانکہ در دین اسلام

نیز آفتاب از مطہرات است، ولے مردم نادان تصور کردہ اند کہ این دین پرستش آفتاب و آتش را مرکز

است، و بدان جہت پیروان این دین را بغلط آفتاب پرست و آتش پرست نامیدہ اند، بلکہ آتش و آفتاب

ہر یک مظہر خدا و جلوۂ از تجلیات نور اہورا مزدا می باشند، و این است کہ در آتش کدہ ہا آتش را مقدس شمردہ،

نمی گزارند خاموش گردد، . . . .

. . . . علاوہ برین اصول اساسی دین زرتشت بسے حقایق فلسفی را نیز دارا بودہ است

کہ ادیان دیگر از ان اقتباس کردہ و حقیقت آن ہا را فلسفہ امروزی قبول نمودہ، چنانچہ بر حسب تعلیمات

این دین روح یک قوت ابدی است، و سہ روز پس از مرگ از بدن جدا شدہ پیش محکمۂ اہورا مزدا حاضر

می شود، قاضی این محکمہ میترا یعنی فرشتۂ مہر است، پس از سنجیدہ شدن اعمال روح از روے پلے کہ چینواد می

نامند و بسیار تنگ و باریک است، می گذرد، اگر این روح اعمال نیک درین جہان بجا آوردہ،

بہ اہورا مزدا و پیروان او یاری و بہ اہرمن و ہمکنان او دشمنی کردہ باشد بزودی و آسانی از ان پُل

گذشتہ در پہلوے آہورا مزدا جائے می گیرد و یک زندگانی جاودانی می یابد، و اگر از پیش محکمۂ اہورا مزدا

شرمندہ و محکوم بیرون آید وقتے کہ خواہد از روے پل چینواد بگذرد پایش لرزیدہ بدوزخ می افتد، و

در آنجا دیوہا او را احاطہ می کنند، . . . .

. . . . براستی ہمہ فلسفہ دین زرتشتی آن قدر سادہ و آن قدر

عالی و حقیقی است کہ اگر تمام افراد بشر از ان پیروی می کردند زمین ما رشک بہشت برین می شد،

خلاصہ این کہ دین زرتشت دین پاکی و روشنائی بودہ و مردم را بداشتن اخلاق پاک و روشن و برانگیختن

بر ضد اخلاق زشت امر می کردہ" الخ

یہ سب کچھ مسلم، مگر گفتگو اس مین ہے کہ آیا وطن پرستی کے جوش مین آج سے آٹھ دس ہزار برس بیشتر کے
کو واپس لے آنا، یا کم از کم اپنی تعریف و توصیف سے اس کو دنیا کے سامنے پیش کرنا پولٹیکل اغراض کے لیے کہان
تک موزون و مناسب ہے، اور اس سے کیا کام نکل سکتا ہے، بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیش برین نیست
نتیجہ یہ ہوگا کہ معدودے چند پارسیون کو ان ملت ساز لوگون سے ہمدردی ہوجائیگی، میری سمجھ مین نہین آ
ایک چنا کہان تک بھاڑ پھوڑ سکتا ہے، یقیناً بجائے اس کے کہ آج سے دس ہزار برس بیشتر کا دین واپس لایا جا
کوئی اور راہ اختیار کرنا چاہیے، بظاہر تو ضرورت اسکی ہے کہ جس قدر زیادہ افراد کی ہمدردی حاصل کیجائے اسی
قدر مقصد اصلی کے لئے مفید ہوگا، اس لئے بجائے اس کے کہ نقش رستم اور قصر شیرین وغیرہ کی دیوارون سے
ٹکرایا جائے کیا یہ قرین مصلحت نہین ہے کہ طواف کعبہ کیا جائے، صبغۃ اللہ ہزار پھیکا پڑ گیا ہو، مگر اب بھی
باقی ہے کہ "ہزار مے کدہ می دود برکاب گردش رنگ ما" مجھے اس کے متعلق کچھ اور کہنے کا موقع پھر ملے گا، یہان
صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہون کہ میرے جیسے جاہل کی یہ حیثیت نہین ہے کہ اس دین پر تنقید کرے جسکی متبع
ایران رہ چکی ہے، اگر یہ قول دول کہتا ہون کہ حسبنا کتاب اللہ تو کتب خانہ اسکندریہ کے جلانے اور آتشکدہ
برمک کو بجھانے کا سارا الزام میری ہی ذات پر عائد ہوتا ہے، قطع نظر اس کے ممکن ہے کہ اپنے جہل کی برکت

مجھے شت وخشور زرتشت سے عقیدت ہے، اسی کا وفور تھا کہ آج سے بیس برس پہلے مین نے وخشور محتشم کے
سوانح عمر و تعلیمات کو قلمبند کیا تھا[1]، ان دنون اس کتاب کی بہت قدر ہوئی تھی، اور مجھے اس پر فخر ہے کہ پارسی
بزرگ اب بھی اس کی بہت تعریف فرماتے ہین اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہین اس کتاب پر جو مقدمہ مین نے
لکھا تھا اس کے آخر مین میرے قلم سے جو الفاظ نکلے ہین وہ ناظرین سے طلب معافی کے بعد نقل کرتا ہون،
"سائیکالوجی یا علم النفس کے جاننے والے اس امر سے واقف ہین کہ انسانی دماغ کے افعال کی تکمیل

[1] یہ کتاب بنام "زرتشت نامہ" اب بھی مولوی سید ممتاز علی صاحب مدظلہ (دفتر تہذیب النسوان لاہور) سے مل سکتی ہے،

کے مختلف درجے ہین، سب سے پہلا درجہ حواس کا ہے، انتاج جتنی صرف موجودگی اشیاء کا علم پیدا کرتے ہین، لیکن اشیاء کی
صفات کا علم پیدا نہین کرتے، یہ درجہ ایام طفولیت کے آغاز کا ہے، دوسرا درجہ ہے ادراک اشیاء کا، جس مین علاوہ نتائج
حسی کے اشیاء کی صفات کا علم بھی حاصل ہوتا ہے، لیکن اشیاء کا وجود اور ان کے صفات ایسے راسخ طور پر وابستہ ہوتے
ہین کہ ایک دوسرے کے بغیر کوئی حقیقت نہین رکھتا، تیسرا درجہ ادراک کامل کا ہے، اس مین دماغ انسانی صفات
اشیاء کے علم پر ایسا حاوی ہوتا ہے کہ اشیاء کے وجود سے آزاد ہوتا ہے، جس طرح تکمیل دماغ کے یہ تین درجے ہین
اسی طرح تکمیل ادراک مذہب کے بھی تین درجے ہین، پہلا درجہ تو وہ ہے کہ جس مین مادی اشیاء کو بوجہ ان کے
عجیب یا عظیم ہونے کے انسان اپنا معبود قرار دیتا ہے، اور خود کتنی ہی کوشش کیجائے صفات کا علم اس کے ذہن نشین
نہین ہوسکتا، یہ درجہ ہے بت پرستون، آتش پرستون، شجر پرستون، حیوان پرستون وغیرہ کا، دوسرا درجہ جس مین صفات
ربانی کا علم قیاسی طور پر ہوتا ہے، لیکن اس کا عمل مفقود ہوتا ہے، جیسے کہ حالت تھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قوم
کی کہ جیسے ہی حضرت موسیٰ کوہ طور پر احکام توریت لینے گئے بنی اسرائیل نے گوسالہ پرستی شروع کردی، تیسری حالت
ہے اس درجہ یقین ذات و صفات الٰہی کی جس مین شک و شبہہ کی مطلق گنجائش نہین رہتی، یہ درجہ ہے دین اسلام
کا، علی صاحبہا التحیۃ والسلام،"

بغفلت عمر شد حافظ بیا با ما بے خانہ کہ شنگولان سرمستت بیاموزند کار خوش

غرض، وخشور زرتشت کے دین بد کی تعریف و توصیف کے بعد قلم دے اقتصادی و اخلاقی پر بحث
ہے ایرانیون کی ذہانت کا قصہ ہے، تعلیم و تربیت کا قضیہ ہے، اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ
"بدترین دشمنان ایران کسے بود کہ شعائر و آداب ملی آن را تحقیر نماید و بر عزت نفس انان بر خورد
حتی وقتیکہ اسکندر مقدونی ایران را استیلا رد فتح کرد، ایرانیان کہ خود را عاجز از مدافعہ دو رجلوے
کار انجام یافتہ دیدند برائے پنہان داشتن ننگ خود و پوشیدن صدمہائے کہ بعزت و شرافت
انان وارد آمدہ بود افسانہا درست کردند، و آنہا ساختند، کہ اسکندر را از نسل دھریوش شمردند

چنانکہ فردوسی نیز در شاہنامہ او را فرزند دارا می نامد و از نژاد ایرانی می شمارد وی گوید کہ دارا پس از

شکست دادن فلیپ پدر اسکندر دخترا و را خواست و با خود بہ ایران آورد و وے پس از چند روز دختر را

پس فرستاد"

جناب فردوسی اس کے متعلق جو قصہ گھڑتے ہین اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ عروس ایک رات کو شاہ دارا

کے ساتھ ہمخواب تھی کہ اسکی گندہ دہنی سے بادشاہ کا دماغ پریشان ہو گیا صبح کو طبیب طلب کئے گئے کہ اسکی گندہ دہنی

کا علاج کرین، ایک شخص نے تبلایا کہ روم مین ایک گھاس اسکندر نامی ہوتی ہے، وہی اس کا علاج ہے، یہ گھاس

منگوائی گئی، مگر کچھ فائدہ نہ ہوا، ناچار عروس کو واپس فیلقوس، شاہ یونان کے پاس بھیج دیا گیا، وہان جاکر اس کے

ایک لڑکا ہوا، اس کی مان اسے پیار سے اسکندر کہنے لگی، یہی بچہ بڑھکر سکندر فاتح ایران ہوا، یون سکندر دارا

کا جلبی بیٹا اور نژاد ایران سے ہے، صرف اتنی بات ثابت کرنے کے لیے روح ایران نے ایک بے سرو پا قصہ

گھڑنے سے تامل نہین کیا، گو سکندر کی اصل نسل سب کو معلوم ہے، اگر یہ فاتح اعظم نژاد ایران سے نہ ہوتا، تو

ہوسکتا کہ فتح ایران کے بعد جب سکندر داریوش کے زنانہ خانہ مین گیا ہے، اور داریوش کی مان اس کے

بر گرتی ہے تو اسکندر اظہار محبت کردہ و دلداری می نماید، باوصفیکہ اس نژاد ایران نے قصر تخت جمشید

کو جلا دیا، مگر اتنی بات باعث تسکین خاطر روح ایرانی ہے کہ اسکی وجہ یہ تھی کہ وہ نشہ مین تھا اپنی اس حرکت پر بہت

"و در نتیجہ پشیمانی بزرگ موافق میل و آرزوے ایرانیان رفتاری کرد حتی لباس خود را لباس شاہان ایران

قرار دادہ و تمام مراسم درباری و دبدبہ سلطنت ایران را، بدون تغیر بجا می آورد"

اس کی تردید یا تصدیق تاریخ دانون کا کام ہے، بہرکیف باوجود اس عزیز داشت کے جو سکندر سے

ظاہر ہوئی، بعض باتین ایسی بھی ہین کہ جنکی توجیہ روح ایران نہ کر سکی اور اس نژاد ایران سے شکایت ہے

منجملہ ان کے :-

"یک حادثہ تاریخی ہست کہ ہر ایرانی باحس را افسردہ و سوگوار باید کند، بخصوص آتش زدن قصر

داریوش بدست معشوقہ خود از فجایع فراموش نکردنی در عفو نشدنی ہست"

سکندر خوش قسمت تھا کہ اول تو وہ نژاد ایران مین شامل کر لیا گیا دوسرے دنیا اس کی اولاد ایران پر حکمران

نہین رہی، ورنہ لینے کے دینے پڑجانے اور ان سے انتقام لے لیا جاتا، اور اس نژاد کا بھی لحاظ نہ کیا جاتا، جیسا کہ آپ دیکھین گے

(باقی)

سیرۃ النبی صلعم

جلد سوم

جس کے مقدمہ مین اولاً نفس معجزہ کی حقیقت اور اس کے امکان و وقوع پر فلسفۂ قدیمہ، علم

کلام، فلسفۂ جدید اور قرآن مجید کے نقطہائے نظر سے مبسوط بحث و تبصرہ ہے، اور اس کے بعد خصائص

نبوت، یعنی مکالمۂ الٰہی، وحی نزول ملائکہ، عالم رویا، معراج اور شرح صدر کا بیان ہے، پھر وہ آیات و

معجزات مذکور ہین جنکا ذکر قرآن مجید مین ہے، لبعد ازین وہ ہین جو مستند روایات سے ثابت ہین، پھر معجزوں کی

غیر معتبر روایات کی تنقید کا باب ہے، اور آخر مین وہ بشارات نبوی ہین جو صحف سابقہ مین موجود

ہین اور جن کے حوالے قرآن مجید و حدیث مین مذکور ہین اور آخر مین خصائص محمدی کا باب ہے،

قیمت درجہ اول عـه/

درجہ دوم، ـے/

تقطیع کلان تعداد صفحات ۶۱۸،

"منیجر"

فلسفۂ تمدّن

اور

اسلام،

از

مولوی عبد الباسط صاحب بچھرایونی بی، اے (علیگ) متعلم ایم آ، ایل، ایل، بی مسلم یونیورسٹی علی گڈھ،

(۱)

مولوی عبد الباسط صاحب آپ نے یہ مضمون جس پر انکو مسلم یونیورسٹی کانوکیشن کے موقع پر بطور انعام کے طلائی تمغہ ملا تھا، اور تمام مضامین مین اول درجہ کا مضمون قرار دیا گیا تھا معارف کو عنایت فرمایا جسکو ہم مسرت کے ساتھ شائع کرتے ہین، غالباً یہ پہلا موقع ہے کہ مسلم یونیورسٹی کے تعلیمی نتائج معارف کے صفحات پر نمایان ہو رہے ہین،

انسان جب اس عالم فانی مین اول مرتبہ قدم رکھتا ہے اور آنکھ کھولتا ہے تو وہ اس تماشا گاہ اور اس کے بازیگرون کے حرکات وسکنات کا دلدادہ اور اُس کے شعبدون اور کرشمون کا تماشائی ہو گویا وہ زبان حال سے سوال کرتا ہے کہ مین کہان آیا اور کیون آیا؟ اور میری یہ انفرادی ہستی اس دنیا مین کس کام کو انجام دہی کے لئے پیدا کیگئی؟ کچھ عرصہ تک تو یہ مسئلہ بہت پیچیدہ اور لاینحل معلوم ہوتا ہے لیکن تھوڑے ہی زمانہ مین صحیفۂ فطرت اسکی عقدہ کشائی کر دیتا ہے اور انسان پر بہت جلد ان ضروری امور کا انکشاف ہو جاتا ہے، صحیفۂ فطرت ہی کا مطالعہ ہم کو اس مقولہ کے معنی سمجھاتا ہے کہ زبان حال زبان قال سے کہین زیادہ فصیح ہے، صحیفۂ فطرت ہی کی عینک سے ہر ذرے مین آفتاب اور ہر قطرے مین سمندر نظر آتا ہے اور یہ صرف صحیفۂ فطرت ہی کی وسعت ہے کہ اس قدر علوم تجربیہ، ابریہ اور حکمیہ پیدا ہو گئے ہین کہ نہایت

گیا ہے کہ ہمارے استاذ ابن الدہان بغداد کے کتب خانہ دار الکتب المامونیۃ مین بیٹھے ہوئے تھے، کہ اس کے لائبریرین ابو المعالی بن ہبۃ اللہ نے معری کی بہت برائی کی اور کہا کہ میرے ہان اسکی ایک کتاب تھی جسکو مین نے دھلوا دیا اس پر ابن الدہان بولے وہ کیا تھی؟ کہا "کتاب نقض القرآن" انھون نے کہا تمنے یہ کوئی اچھا کام نہین کیا۔ اس پر تمام حاضرین ششدر رہ گئے اور ایک دوسرے کی طرف تکنے لگے، ادھر ابو المعالی بہت بگڑے اور برہم ہو کر بولے آپ اور یہ بات! ابن الدہان نے کہا کہ یہ کتاب یا قرآن کی طرح ہو گی یا اس سے بہتر یا اس سے کمتر اگر وہ مساوی یا افضل ہو جو حاشا لله کبھی ممکن نہین تو اس پر اتنا ظلم روا نہین اور اگر کمتر ہو جسکا پورا یقین ہے تو اس کا باقی رکھنا قرآن کے اعجاز پر اور دلیل ہوتا؛ اس بات کو سب نے پسند کیا اور ابو المعالی بھی اطمینان سے خاموش ہو گیا؛

اس وقت سے پھر آج تک کسی نے یہ نہین کہا کہ اس نے بچشم خود یہ کتاب دیکھی ہو، بلکہ ایک کتاب مین تو یہ دعوی ہے کہ یہ ابو العلاء پر محض اتہام ہے نہ یہ کتاب کبھی کہین دیکھی گئی نہ اب اسکا کہین سراغ ملتا ہے؛

یاقوت نے ابو العلاء کے ایک ہم وطن شاگرد کی تصنیف سے دو فصلین نقل کی ہین جن مین کی پہلی صبح متنبی مین بھی پائی جاتی ہے اور وہ یہ ہے،

اقسم بخالق الخیل، والریح الھابۃ بلیل، بین الشرط ومطالع سھیل، أن الکافر لطویل الویل۔ وأن العمر لمکفوف الذیل، اتق مدامع السیل۔ وطالع التوبۃ من قُبیل۔ تنج وما اخالك بناجٍ۔	مین اُس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہون جو گھوڑون کا خالق ہے اور جو رات کو ستارہ شرط اور سہیل کے طلوع کے باٸین ہوا چلاتا ہے کہ کافر بڑے عذاب مین مبتلا ہے اور کہ عمر کا دامن بندھا ہوا ہے، تو سیلاب کے گذرگاہ سے بچ اور پہلے ہی سے توبہ کرلے کہ تو نجات پا جائے گا مگر مجھے توقع نہین کہ تو ایسا کرے،

جنگ یورپ کے زمانہ مین ہمارے مکرم دوست محب الدین الخطیب حجاز گئے تھے، حسن اتفاق سے انھیں اس کتاب کا ایک جزء جو قریباً مؤلف کے عہد کا لکھا ہوا ہے دستیاب ہو گیا، اس جزء کے ساتھ اقلید الغايات

جو کتاب مذکور کے چیستانون کا حل ہے بھی منسلک ہے، مین یہان اس جزء کشف کی ایک فصل درج کرتا ہون

ان معایبی لکثیرۃ۔ فجازی مولائی بالاحسان	میرے عیوب بہت ہین، سو اگر میرے مولی اس آدمی کو جزاے
رجلاً علمنی بعیبانی۔ اما غیرته	دے جو مجھے میرا عیب بتلائے تاکہ مین اسکو بدل دون یا چھپا
واما سترته، او عرفت مکانه فاضمرته	یا اسکی جگہ معلوم کرکے اس کو وہین ڈھانپ سکون، اس کا مجھ پر
لقد منّ علی ذاکرہ منّۃ الاضبط	وہی احسان ہوگا جو اضبط[1] بن قریع السعدی کا قبائل رباب پر
علی الرباب،	سر پر تھا،

مجھے ہنسی بھی آتی ہے اور تعجب بھی ہوتا ہے کہ یہ کتاب اس قدر کیون مطعون رہی، القصہ مین ان تمام اولین و آخرین سے بالکلیہ اختلاف رکھتا ہون اور میرے دلائل حسب ذیل ہین:-

(۱) نام کا دوسرا جزء یعنی فی محاذاۃ السور والآیات یارون کا گھڑا ہوا ہے، ابو العلاء کی اپنی لکھوائی ہوئی فہرست کتب مین جو یاقوت اور ذہبی نے دی ہے اس اضافہ کا کہین نشان نہین، ہمارے پاس اس امر کے بہت کچھ شواہد و دلائل ہین کہ یہ ابو العلاء کے دشمنون کا اضافہ ہے (الف) دمیۃ القصر للباخرزی کے (جو ابو العلاء کا معاصر ہے) الفاظ یہ ہین،

وانما تحدثت الالسن باساءته لکتابه	اسکی برائی اس لئے زبان زد ہوگئی ہے کہ بقول عوام اوس نے ایک
الذی زعموا انه عارض به القرآن وعنونه	کتاب مسمی الفصول والغایات سورتون اور آیتون کے مقابل
بالفصول والغایات محاذاۃ للسور والآیات[2]	مین لکھی ہے،

الخ نکت الہمیان ص،

زعموا کا لفظ کسی طرح قابل استدلال نہین ہو سکتا، عربون نے خوب کہا ہے، "زعموا مطیۃ الکذب"

[1] اضبط نے تیم الرباب (بالکسر) کو یمن کے علاقہ نجران سے نجات دلائی تھی جہان وہ بہت ذلیل سمجھے جاتے تھے، هذا وقد ذکره فی لن ... فقال ... فی الاضبط السعدی سعدی، حامی یتجیش بکل قتر،

[2] اصل نسخہ دمیہ وغیرہ مین فی محاذاۃ ہے مگر وہ نسخہ اس درجہ محرف و مصحف ہے کہ اسپر کسی نظریہ کی بنیاد قائم کرنا محض حسن ظن ہے،

یعنی زعموا جھوٹ کی سانڈنی ہے، علاوہ برین محاذاۃ عارض کا مفعول لہ ہے اور اسطرح وہ زعموا کے ذیل مین ہے نہ یہ کہ نام کا جزو ثانی ہو (ب) ناصر خسرو[1] کے الفاظ یہ ہین "چنانکہ او را تہمت کردند کہ تو این کتاب بمعارضۂ قرآن کردۂ" انھون نے بھی نام کا دوسرا جزء نہین دیا ہے لفظ تہمت اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ وہ خود معارضہ کا مدعی نہ تھا، (ج) حافظ ابن حجر کے الفاظ یہ ہین، هذا الذی یحکی عنه فی کتاب الفصول والغایات وکانه معارضة منه للسور والآیات، لفظ کانه دو باتین ظاہر کر رہا ہے کہ اس کا ما بعد نام کا جزء نہین اور کہ یہ تشبیہ دوسرون کی طرف سے ہے، (د) کشف الظنون کے الفاظ یہ ہین الفصول والغایات فی محاذاۃ السور والآیات علی ما ذکرہ ابن الجوزی للمعری، بحث طلب لفظ علی ما الخ ہے یہ الفصول کے متعلق اس لئے نہین ہو سکتا کہ ابو العلاء کی کسی کتاب کو ابن جوزی کے حوالہ سے صاحب کشف نے نہین ذکر کیا، تو لامحالہ یہ جزء دوم سے متعلق ہے یعنی الفصول والغایات بقول ابن جوزی سور و آیات کے معارضہ مین ہے، یہ ظاہر کر دینا بے محل نہ ہوگا کہ نہ ابن الجوزی ابو العلاء سے خوش ملا ہے نہ اسکا ہموطن ہے اور نہ وہ اسکی بابت کچھ خوش خیال ہے اس کے متعلق یاقوت کے الفاظ یہ ہین، وهو عندی کثیر التخلیط،

(۲) لفظ محاذات اگر بالفرض والتقدیر جزء دوم بھی قرار دیا جائے تو محاذات کے معنی معارضہ یا نقض کے لینا صریحاً زیادتی ہے جس طرح اس لائبریرین نے لئے ہین، محاذات کے معنی کسی چیز کو دستور العمل یا مثال گردان کر اوسکی نقل اتارنا ہے وبس، مثلاً یون کہہ سکتے ہین کہ حریری نے بدیع الزمان کی مقامات کے محاذاۃ پر اپنی مقامات طیار کی ہے، اور ظاہر ہے کہ اس مین رد کا مفہوم بالکل نہین کہ خود حریری اپنے پیشرو کی مدح مین رطب اللسان ہے، ہر چند کہ یہ معنی بہت واضح ہین مگر مین اسکو ایک شاہد سے اور پختہ کرتا ہون الشریف الرضی اپنی کتاب نہج البلاغۃ[2] مین لکھتے ہین،

وقد تکلمنا علی هذه الاستعارة فی کتابنا الموسوم بمجازات الآثار النبویة

کیا کوئی صاحب ہوش یہ کہیگا کہ شریف رضی نے نعوذ باللہ احادیث کا نقض کیا ہے اور اس طرح

[1] مطبوعہ برلن صفحہ ۱۱، [2] مع شرح ابن ابی الحدید مطبوعہ مصر ج ۴، ص ۵۰۔

وہ زندیق یا ملحد ہے ۔

(۳) کتاب کا مضمون صاف بتاتا ہے کہ وہ وعظ و زہد کی ایک مسجع کتاب ہے جس طرح اطباق الذہب اور زمخشری کی مقامات و اطواق الذہب اور خود معری کی ملتقی السبیل وغیرہ، اور کہ صاحب کتاب نہ کتاب مین کوئی لمبا چوڑا دعوی کرتا ہے نہ کسی نبی یا ولی کو مطعون، بلکہ وہ تو حضرت عمرؓ کے اس قول کو

رحم اللہ من اھدی الی عیوبی — اللہ اس بھلے مانس کا بھلا کرے جو میرے پاس میرے عیوب کا تحفہ لائے

اپنے پیارے الفاظ مین ڈھالتا ہے اور اپنے گناہون کا خود ہی معترف ہے، اور خدا نے اس قول کی تفسیر کرتا ہے،

ان الانسان لفی خسر — اور اس طرح سیاہ کار انسان کو توبہ کی ترغیب دیتا ہے

(۴) اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ کبھی کسی نے اسکی بابت لفظ اعجاز کا استعمال کیا ہے پھر بھی مدعا ثابت نہ ہو سکیگا، کہ خود زمخشری بڑی طول طویل اور مغلظ قسم کھا کر مقامات حریری کی بابت کہتا ہے،

معجزۃ تعجز عن الورے — ولو سری دانی ضوء مشکاتہ

یاقوت (معجم الادبا ۶۔ ۲۰۰) مقامات حریری کی لمبی چوڑی تعریف کرنے کے بعد لکھتا ہے،

حتی لو ادعی بھا الاعجاز لما وجد من — حتی کہ اگر وہ اعجاز کا دعوی بھی کرتا تو اسے کوئی مخالف باور کرنے

یدفع فی صدرہ ولا یرد قولہ ولا یاتی — والا نہ ملتا نہ اسکے ٹگ بھگ کوئی کتاب بنا سکتا چہ جائیکہ اسکے

بما یقاربھا فضلا عن ان یاتی بمثلھا — برابر بنائے،

سو نہ یاقوت کے اس قول سے حریری کی مقامات قرآن کے ہم پلہ ٹھری اور نہ یاقوت اپنے لئے جالب تکفیر ہوا،

(۵) ہمارے پاس اس امر کا ایک زبردست ثبوت ہے کہ ابو العلا کو ناحق متہم کیا جاتا تھا وہ

باہر بین صحیفۂ فطرت ہی کا مطالعہ کرنے والا اور بغور مشاہدہ کرنے والا درخت کی ایک سبز پتی کو "دفتر معرفت کردگار" کا ایک ورق تصور کرتا ہے اور اسکی زبان پر بیساختہ یہ شعر جاری ہو جاتا ہے کہ ؎

ہر گیاہے کہ از زمین روید — وحدہٗ لا شریک لہ گوید

ہم سنتے آئے ہین کہ افکار انسانی کی یہ ساری پر افشانیان اور انسانی خیالات کی بلند پروازیان اور اس دنیا کی تمام بزم آرائیان صرف اصول تمدن ہی پر کاربند رہنے کا نتیجہ ہین، یہ خوشحال اور فارغ البال شہرون کی آبادیان اور تہذیب جدید کی دلفریب گل کاریان بھی اسی تمدنی زندگی کا ایک ادنی کرشمہ ہین، بحر و بر مین بے خطر سیاحت اور یہ کوہ و جبل کی بے ضرر مساحت صرف تمدن کی بدولت آسان ہوگئی ہے، اسی تمدن سے اقوام نے ترقی کی اور مدارج عالیہ پر پہنچین، فتح و نصرت ہمرکاب ہوئی اور اقبال سے برومند ہوئین اور جب کبھی اس سے منہ موڑا اقبال نے ساتھ چھوڑا، تنزل نے منہ دکھایا، اور ادبار مین گرفتار ہوئین اور بالآخر قعر مذلت مین جا گرین، یہی تمدن ہے جس نے معمولی اقوام کو قعر مذلت سے نکال کر اعلی ترین مدارج پر پہنچا دیا اور بہ بانگ دہل تمام کائنات پر ثابت کر دکھایا کہ میرا پیرو دنیا مین ہمیشہ سرخ رو رہیگا اور مجھ سے برگشتہ دائمی ذلت و مصیبت مین مبتلا کر دیا جائیگا،

جب اس تمدن کے اس قدر اثرات ہین تو فطرۃً ہر انسان یہ چاہتا ہے کہ وہ تمدن کے زرین اصول کو معلوم کرے اور حقیقتِ تمدن سے کما حقہ واقفیت پیدا کرے لہذا ہم تمدن کے مالہ و ما علیہ سے بحث کرتے ہین،

تمدن، عربی لفظ ہے جو لفظ مدینہ سے مشتق ہے، جس کے لغوی معنی شہر کے ہین، لیکن اصطلاح مین، تمدن چند اشخاص کے یکجا ہو کر ایک شہر مین رہنے کو کہتے ہین، اور یہ اصطلاح تمام اُن قومون کی اظہار حالت کے لیے مستعمل ہوتی ہے جو بمقابلہ وحشی اور جنگلی لوگون کے زیادہ ترقی یافتہ ہوتی ہین، مثلاً اقوام یورپ بلحاظ چینیون اور تاتاریون کے زیادہ متمدن سمجھی جاتی ہین، امریکہ کے اصل باشندے اور

اہل اسٹریلیا سب سے کم متمدن خیال کیے جاتے ہین لیکن ہم دیکھتے ہین کہ آخرالذکر بھی یکجا طور پر شہرون میں آباد ہین، تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کونسی چیز ہے جو اول الذکر اور آخرالذکر اقوام مین مابہ الامتیاز ہے؟ امثال متذکرہ بالا سے ظاہر ہوتا ہے کہ تمدن کی اصطلاح دو معنون کے لیے مستعمل ہوتی ہے، اول مفہوم تو اس کا یہ ہے کہ اس سے بالعموم انسانی ترقی مراد لیجاتی ہے مثلاً جب ہم کسی قوم کسی شہر و ملک کو ترقی یافتہ یا انسانیت مین زیادہ مکمل اور سربرآوردہ دیکھتے ہین یا ہم ان کو زیادہ خوش و خرم، لطیف و نظیف، زیرک و دانا اور زیادہ متحد پاتے ہین تو ان کو متمدن کہتے ہین اور یہ تمدن کا عام مفہوم ہے،

اس کے علاوہ ہم تمدن کو ایک خاص مفہوم مین استعمال کرتے ہین اور اس حالت مین اُس سے ایک خاص قسم کی ترقی مراد لیجاتی ہے جیسے کہ جنگلی اور وحشی جرگون کے مقابلہ مین دولتمند اور ترقی یافتہ اقوام متمدن سمجھی جاتی ہین اور یہ تمدن کا دوسرا مفہوم ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا تمدن بحیثیت مجموعی کوئی اچھی چیز ہے یا بری؟ یا یہ کہ اس کے محاسن اس کے معائب پر غالب ہین، یا نہین؛ اسکا جواب انسانی تجارب و تواریخ کے مشاہدات کی بنا پر اس کے سوا اور کچھ نہین ہو سکتا کہ تمدن بذات خود نہ صرف ایک بڑی خوبی ہی ہے بلکہ بہت سی خوبیون کا سبب بھی ہے اور دراصل کوئی خوبی ایسی نہین ہے جس سے وہ ربط نہ رکھتی ہو، وحشیانہ زندگی کی خواہ کچھ ہی خصوصیات کیون نہ ہون لیکن وہ محاسن تمدن کو کبھی نہین پہنچ سکتین، وہ صفات جنکو سوسائٹی اپنے جامۂ وحشت کو اتار کر اصول قدیمہ کو اصول جدیدہ سے مبدل کر کے اختیار کرتی ہے انھین سے تمدن ترکیب پاتا ہے، ایک وحشی گروہ مین چند انفرادی مستیان یا چند اشخاص پراگندہ صورت مین آباد ہوتے ہین وہ غیر متمدن کہلائے جاتے ہین لیکن ان کے مقابل مین ایک گنجان آبادی جو مقررہ مسکنون مین بود و باش رکھتی ہے اور ایک کثیر تعداد و جماعت کے ساتھ قصبات اور شہرون مین آباد ہے وہ متمدن کہلائی جاتی ہے،

وحشیانہ زندگی مین تجارت، زراعت اور صنعت و حرفت یا تو سرے سے ہوتے ہی نہین اگر برائے نام کہین پائے بھی جاتے ہین تو وہ اس قدر بے اصول ہوتے ہین کہ ان کا عدم اور وجود برابر ہوتا ہے لیکن اس کے

مقابل مین ایک متمدن ملک زراعت، تجارت اور صنعت و حرفت سے مالا مال ہوتا ہے، وہان کا ہر ایک مشغلہ کسی نہ کسی اصول کے ماتحت ہوتا ہے اور وہان کا ہر کام ترقی کی شاہراہ پر انجام پاتا ہے، وحشی لوگون مین ہر شخص انفرادی حیثیت سے صرف اپنی ذات کا فائدہ مدنظر اور ملحوظ خاطر رکھکر محنت و مشقت کرتا ہے، اور غیر متمدن کہلائے جانیکا مستحق ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی جب ہم دوسری طرف بنی آدم کی ایک جماعت کثیرہ کو کسی ایک غرض مشترک کے واسطے مصروف کار یا باہمی معاشرت مین ایک دوسرے سے متحد خوش و خرم شادان و فرحان دیکھتے ہین تو اس کو متمدن کہتے ہین، وحشیانہ زندگی مین کسی قانون نظم و نسق اور دادرسی کا یا تو وجود ہی نہین ہوتا یا اگر کہین پایا بھی جاتا ہے تو صرف برائے نام اور وہ صرف اس ضرورت سے کہ منفرد اشخاص ایک دوسرے کی ایذا دہی اور آزار رسانی سے محفوظ رہین، نہ تو سوسائٹی کی منضبط و متفقہ قوت باقاعدہ طور پر صرف مین آتی ہے اور نہ اتحاد اور جماعت کے فوائد سے کوئی واقف ہوتا ہے بلکہ ہر شخص واحد اپنی قوت بازو یا ذاتی چالاکی پر بھروسہ رکھتا ہے، برخلاف اس کے جس جماعت مین سوسائٹی کا نظم و نسق اس قدر کامل ہوجاتا ہے اکہ اُس جماعت کی متفقہ قوت سے ہر ایک فرد کی جان و مال محفوظ رہے اور امن و امان قائم رہے تو اس سوسائٹی کو ہم متمدن کہتے ہین،

اس موازنہ سے یہ ثابت ہوگیا کہ ہم ترقی یافتہ انسان کو متمدن کہتے ہین، اب ترقیان بھی دو اقسام پر منقسم ہین، ایک ترقی وہ ہے جسے انسان اپنی ذاتی جد و جہد سے حاصل کرتا ہے اور دوسری وہ جس کا حاصل کرنا ہر انسان کے پیش نظر اور مرکوز خاطر رہتا ہے خواہ وہ اس کی عمر مین کسی وقت حاصل ہو، اب تمام اتحادات، انتظامات اور انکشافات جو زندگی کے ہر شعبہ مین کیے جاتے ہین ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ انسان کو وحشیانہ حالت سے بالا اور بالا سے بالاتر اور پھر بالاترین مرتبون پر پہنچا دین اور یہ پہلی قسم کی ترقی ہے لیکن دوسری قسم یا بالفاظ دیگر ترقی کی انتہائی منزل یہ ہے کہ انسان مین جو اوصاف موجود ہون وہ سب حالت اعتدال پر آجائین اور انسان اس قدر تزکیۂ نفس کرے کہ اسکی روح صفات ملکوتی سے متصف ہوجائے، یہی وہ ترقی ہے جو اصل ترقی ہے اور یہی ترقی یافتہ انسان اصل معنون مین متمدن کہلائے جانے کا مستحق ہے لیکن جدید مغربی تمدن کی غایت صرف

اس عالم کون وفساد مین انسانی قوتون کا اس قدر ترقی کرنا ہے کہ عالم اور مافی العالم اس کا مسخر ہو جائے، اس نے
ترقیات روحانی کو جو اصل ترقی مین بالکل پس پشت ڈالدیا ہے،

انسان کا نصب العین مدارج ترقی کو طے کرنا اور اصل ترقی کے ملاء اعلی پر پہنچنا ہو انسان کو فطرت سے
بہت کچھ عطا فرمایا گیا ہے لیکن ان صفات فطرت مین تصرفات کرنا اور غور وخوض کرکے اپنے لئے سامان ترقی فراہم
کرنا متمدن انسان کا کام ہے لہذا انسان کی ذہانت وذکاوت سبب ہے اور تمدن اس کا نتیجہ، انسان کی
سعی اور کوشش نامتناہی علت ہے اور تمدن اس کا معلول، تمدن کا سب سے بڑا ثمرہ یہ ہے کہ قوت واقتدار منفرد شخص
اور چھوٹی چھوٹی جماعتون کے ہاتھون سے نکلکر جمہور کے ہاتھون مین پہنچ جائے اور روز بروز جماعت کا زور بڑھے
اور اشخاص کا زور گھٹتا رہے، دوسرے وہ متفرق افراد کا ایک مجموعہ تیار کرے اور اس مجموعہ کو متحد کرکے اسے
باثر بنائے،

اگر ایک وحشی شخص کے حالات زندگی پر نظر کیجائے، تو معلوم ہوگا کہ اسکو جسمانی قوت بھی حاصل ہوتی ہے
اُس مین دلیری اور جوانمردی بھی پائی جاتی ہے، ہمت وجرأت بھی موجود ہوتی ہے لیکن باوجود ان تمام محاسن
کے اس مین کوئی ایسی نمایان کمی اور خامی پائی جاتی ہے جس کے سبب سے کل وحشی جرگے غریب وکمزور ہوتے
ہین، وہ کمی اور خامی کیا ہے؟ وہ وہی کمی اور خامی ہے جس کے سبب سے شیر اور بھیڑئے باوجود قدرت وقوت دلیری
وہمت انسان ضعیف البنیان کمزور وناتوان پر غالب نہین آسکتے، یعنی ان مین متحد ہو جانے کی قابلیت کا نہونا،
ایک ایسی کمی ہے جو ان وحشی جرگون کو افلاس مین مبتلا رکھتی ہے اور انکی آئندہ ترقیات مین سدراہ ہوتی ہے،

یہ صرف متمدن افراد کا کام ہے کہ وہ متحد ہو سکتے ہین ایک وحشی غیر متمدن نہ یہ کر سکتا کہ کسی غرض
مشترک کے واسطے وہ اپنے نفس پر سختی برداشت کرے اور حظ نفس کو چھوڑ دے نہ اس کے معاشرتی جذبات
کبھی عارضی طور سے بھی اس کی نفسانی خواہشات پر غالب آسکتے ہین نہ اس کے طبعی رجحانات اسکی انجام
بینی کی وجہ سے کم وبیش ہو سکتے ہین، عاقبت اندیشی وہ نہین جانتا ذاتی بہبودی کے فوائد سے وہ بے خبر ہوتا ہے

لہذا ہر وہ بات جو دوسرے کی رضاجوئی کے لیے ضروری ہوتی ہے اس کے دل سے دور رہتی ہے بجنسہ یہی حالت
جو افراد کی ہوتی ہے اُس جماعت کی بھی ہوتی ہے جس سے وہ تعلق رکھتے ہین چونکہ جماعت نام ہے مجموعۂ افراد کا
اس لیے جس قدر کوئی گروہ وحشت سے قریب تر ہوتا ہے اسی قدر اشتراک عمل سے بعید تر ہوتا ہے،

واقعات گذشتہ وحال پر ایک سرسری نظر یہ ثابت کردیتی ہے کہ غیر متمدن اقوام کبھی متمدن اقوام سے
باوجود وقت وقدرت جنگ وجدل مین کامیاب نہین ہوئین، انھون نے ہمیشہ متمدن اقوام کے مقابلہ مین شکستین
کھائین ہزیمتین اٹھائین اور بالآخر متمدن اقوام نے فتح ونصرت کا جھنڈا بلند کیا اور بڑی بڑی سلطنتون پر مدتہا
حکومت کی، اقوام عالم کی تاریخ اس پر شاہد ہے کہ جب دو ملکون یا دو قومون مین باہم مقابلہ یا مجادلہ ہوتا ہے
تو فتح وکامیابی کا سہرا اُسی کے سر رہتا ہے جو بلحاظ تمدن فائق ہوتا ہے، مسائل بین الاقوام تعداد افراد سے
طے نہین ہوا کرتے بلکہ ان افراد کی ذاتی قابلیت ان کے متحد ہو جانے اور غرض مشترکہ پر ذاتی خواہشات
کو فدا کردینے کی قابلیت اور صلاحیت سے تصفیہ پاتے ہین، یہ ایک ایسا اصول ہے جسکا ہر شخص قائل ہے،

ممالک غیر کو چھوڑ کر خود ہندوستان ہی کے صفحات تاریخ اس پر شاہد ہین، یہان کی تاریخ کا مطالعہ
کرنے والا تھوڑے ہی سے غور کے بعد ان اصول کو بہمہ صفت اس پر منطبق ہوتا ہوا پا سکتا ہے وہ برأی العین
مشاہدہ کر لیتا ہے کہ ہندوستان کی عنانِ سلطنت جو ہمیشہ سے اقوام غیر کے ہاتھون مین رہی ہے اس کا راز بھی
اسی مین مضمر ہے،

ہم دیکھتے ہین کہ دیسی ریاستین جو ابھی مردانگی شجاعت اور دلیری وجوانمردی مین زبان زد روزگار
رہی ہین، جہان کا ایک ایک سورما بڑے بڑے قدآور پہلوانون کو یکہ وتنہا زیر کر دیتا ہے اور ایک ایک شخص
دس دس کے لئے کافی ہوتا ہے، جہان غیرت وحمیت اس درجہ تھی کہ مفتوح ہونے سے جل کر فنا ہو جانا بہتر
خیال کیا جاتا تھا وہان جب اس سے زیادہ متمدن اور متحد ہو جانیوالی قوم سے مقابلہ ہوا تو بالآخر یہ سب خوبیان
رکھی رہ گئین اور آخر کار اس نے سب کو یکے بعد دیگرے سرنگون کر دیا اور سب کی ہستی اس طرح فنا ہو گئی کہ

اسلاف اخلاف کے لیے محض افسانہ ہوکر رہ گئے،

یہان تک تمدن کے حسن و قبیح سے بحث کرکے ہم یہ دکھانا چاہتے ہین کہ تاریخ تمدن کی بابت علمائے زمانہ کیا رائے رکھتے ہین، نوع انسان کی تاریخ لکھنے والے محققین مین جہان اسکی ابتدائے آفرینش کے مسئلہ پر بیحد قیل و قال ہے وہان یہ مسئلہ بھی مختلف فیہ ہے کہ پیدائش انسان کس صورت اور ترکیب سے ہوئی، یعنی کون سے قوائے عقلی و دماغی سے انسان مرکب و مرتب ہوکر دنیا مین آیا؟ انسانی جماعتین جو اب متمدن نظر آتی ہین ان کے تمدن کی تاریخ کب سے شروع ہوتی ہے؟ اور یہ وحشی اقوام جو آج غیر مہذب اور غیر متمدن کہلائی جاتی ہین کیا ہمیشہ سے ایسی ہی ہین؟ یا کبھی اس سے زیادہ بہتر حالت مین تھین اور اب گردش زمانہ سے ایسی غیر متمدن ہو گئی ہین؟ یا یہ ہنوز اپنی فطرت پر ہین؟ بالفاظ دیگر زمانہ تمدن و تہذیب مقدم ہے یا زمانۂ وحشت و جہالت؟ اس مسئلہ پر دو فریق جداگانہ رائے رکھتے ہین،

انسان کی ابتدائے آفرینش کے بارے مین قدما کی رائے کو نظر انداز کرکے اُنیسوین صدی یورپ مین **ڈارون** نے جو نظریہ قائم کیا ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ انسان ایک ترقی یافتہ جانور ہے اس نظریہ کو نظریۂ ارتقا یا (EVOLUTION THEORY) کہتے ہین، ڈارون اور ہیکسلے اس نظریہ کے قائل ہین اگرچہ ہنوز اس کے دلائل تکمیل کو نہین پہنچے ہین اور سلسلۂ استدلال کی بہت سی کڑیان علم انسانی کی موجودہ حالت کے لحاظ سے ثبوت مزید کی محتاج ہین، لیکن مدعیان کا یہ دعوٰی ہے کہ جس قدر سائنس مین ترقی ہوگی اور علم انسانی ترقی کرے گا اسی قدر وہ کڑیان بھی ثبوت مزید کے دستیاب ہوجانے سے مضبوط و مستحکم ہوتی جائنگی، سر دست جس قدر دلائل پیش کئے گئے ہین اُن کی آب و تاب نے اہل نظر کی آنکھین خیرہ کر دی ہین، اور عام طور پر یہی رائے مقبول ہو رہی ہے اور نہ صرف بدایت انسان بلکہ تمدن کے نشو و نما کے بارے مین بھی ترقی اور روز افزون ترقی کا ہر شخص قائل ہے،

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ انسان کے تمدن کی ابتدا کب سے ہوئی؟ اس بارے مین بھی دو مذہب ہین

اور دونون متضاد ہین، ایک گروہ اس کا حامی ہے کہ انسان کی ابتدائی حالت وحشت و جہالت کی تھی، وہ براہین و دلائل سے ثابت کرتا ہے کہ مرور ایام سے انسان نے بتدریج مدارج تمدن طے کئے ہین اور اسلاف سے اخلاف زیادہ متمدن ہوتے چلے آئے ہین، لیکن ایک دوسرا گروہ محققین کا یہ ثابت کرتا ہے کہ انسان اپنی بالکل ابتدائی حالت مین ایسا ہی تھا جیسا کہ اب ہے اگرچہ اس کو علوم حکمیہ اور فنون نفسیہ کا علم نہ ہو لیکن اس مین قوائے ذہنی اور عقلی کسی طرح بھی کمتر درجہ کے نہ تھے اسی فریق کے ایک بڑے حامی **ڈیوک آف ارگائل** کی رائے یہ ہے کہ "انسان اپنے اعلیٰ درجہ تمدن اور شائستگی کی حالت مین بھی نہایت پستی اور تنزل مین پہنچنے کی استعداد رکھتا ہے، اس کا علم زائل ہو سکتا ہے اور اس کا مذہب چھوٹ سکتا ہے"، بہرحال محققین آخر الذکر اس بات کے حامی ہین کہ وحشی جرگون مین از خود ترقی کیجانب مائل ہونے کی کوئی خاص قوت نہین ہوتی اور نہ اس امر کا کوئی خاص بین ثبوت ملتا ہے کہ انھون نے کبھی از خود ترقی کی ہو بلکہ بعض اقوام کی یکسان حالت پر غور کرتے ہوئے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان مین ترقی کا مادہ سرے سے موجود ہی نہین، جہان وحشی اقوام آباد ہین وہان آثار قدیمہ کے محققین نے بیحد کد و کاوش کے باوجود بھی کوئی ثبوت گذشتہ تمدن کا نہین پایا، یعنی طبقات زمین سے کوئی علامت تمدن قدیم کی نمایان نہین ہوئی گویا اس گروہ کے نزدیک زمانہ ترقی کی جانب مائل نہین ہے،

یہ مسئلہ اکثر معرض بحث مین رہا ہے اور ہر دو فریق اپنے دلائل سے ایک دوسرے پر فوقیت رکھتے ہوئے معلوم ہوتے ہین، لیکن اگر انسانی حالت کو بنظر غور و امعان مطالعہ کیا جائے تو اس امر کا انکشاف ہوجاتا ہے کہ ایک کمزور مخلوق، برہنہ جسم، نازک بدن، اور ضعیف الاعضا جسکی حفاظت جسمانی کے لیے نہ کوئی ہتیار ہے نہ کوئی یار و مددگار اس زندگی کے جدال و قتال مین مبتلا کیگئی ہے، وہ رفیع الشان کوہستان کو نظر اٹھاکر دیکھتی ہے اور انکی عظمت اس کے دل مین دہشت پیدا کر دیتی ہے، وہ سنسان بیابانون عمیق غارون اور وسیع بر و بحر کا مشاہدہ کرتی ہو، شیرون اور ہیبتناک درندون کی آوازین سنتی ہے، اور اس پر سخت

ہیبت طاری ہو جاتی ہے، فلک نیلگون، روشن ستارے، آفتاب و ماہتاب اسکی آنکھون مین خیرگی پیدا
کر دیتے ہین، اور یہ سب چیزین اسکو محو حیرت بنا دینے کے لئے کافی ہین، علاوہ اس کے بھوک پیاس گرمی
سردی روز پیدائش سے دشمن ازلی اس کے ساتھ ہین، یہ حالت اس وقت تھی جب نوع انسان نے کتم
عدم سے اس عالم رنگ و بو مین اپنا پہلا قدم رکھا لیکن اس کمزور مخلوق نے تمام حوادث طبیعی کا مقابلہ کیا،
اور ان کو مغلوب و مقہور کر کے اپنا اس قدر مسخر کر لیا، کہ وہ سنگلاخ پہاڑون مین بآسانی سرنگ لگا لیتی
بر و بحر مین برسون کا راستہ دنون مین طے کر لیتی ہے، آفتاب ماہتاب سب اس کے ادنی خادم ہین
تو کیا اس علمی تدبر اور تفکر کے بعد کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ انسان صرف ایک مادی جسم کا نام ہے اور وہ
ہمیشہ سے یکسان حالت مین ہے؟ بلکہ اس مادی انسانی جسم کے غلاف مین ایک ایسا جوہر مخفی ہے،
جسکی وجہ سے انسان کو دیگر حیوانات سے امتیاز اور خصوصیت حاصل ہے اور وہ مابہ الامتیاز شے نہ تو نطق
ہے جیسا کہ ارسطو کا قول ہے اور نہ محض دینداری جیسا کہ ایک فرانسیسی فلسفی کا خیال ہے، بلکہ در اصل
وہ عقلی اور اخلاقی ترقی کرنے کی بیش بہا استعداد اور قابلیت ہے جسکی کوئی حد و غایت نہین مقرر کیجا سکتی
حیوانات ایک خاص اور مقررہ وقت تک ترقی کر سکتا ہے، لیکن انسان کے لئے کوئی حد نہین ہے
اس دعوی کی دلیل مین دو مشہور مغربی فلاسفرون کے رائین قابل لحاظ ہین، ایک فرانسیسی فلاسفر لاروس
(Larausse) نے دائرۃ المعارف مین انسانی ترقی کی نسبت لکھا ہے کہ ترقی انسانی
کے لئے کوئی خاص حد قرار دینا ایک ایسی حرکت ہے جو معیوب خیال کیجا سکتی ہے" میسیو رینان (
(RENAN) اپنی کتاب تاریخ الادیان مین لکھتا ہے کہ "مین نے انسان کی حالت کو بنظر غائر مطالعہ
کیا ہے، بعض اوقات انسان اپنی تمام قوتون کو مجتمع کر کے اس امر کی سعی بلیغ کرتا ہے کہ اس کو وہ
سبب معلوم ہو جائے جسکی وجہ سے اس کو غیر محدود اختیار اور نامتناہی اقتدار حاصل ہے، نیز یہ کہ وہ
اس تمام مادی عالم پر مسلط ہو جائے" اس سے یہ امر بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ انسان اپنے جوہر کی

برتری اور گرانمائگی کے لحاظ سے ان تمام مادی چیزون مین ممتاز ہے جنکو قدرت نے محدود القوی
کیا ہے، اس سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ انسان کبھی یکسان حالت مین نہین رہ سکتا بلکہ یوماً فیوماً ترقی
کے میدان طے کرتا چلا جاتا ہے، لیکن جس طرح انسان مین فضائل و کمالات کی طرف غیر متناہی درجات
تک ترقی کرنے کی قابلیت ودیعت کیگئی ہے اسی طرح رذائل کے نامحدود درجات کی طرف
تنزل کرنے کی استعداد بھی اس مین رکھی گئی ہے[1]، انسان نہ تو کوئی آسمانی فرشتہ ہے نہ وہ حیوان لایعقل
ہے کہ زندگی کے تاثیرات اور اس کے آلام کا احساس اس کے دل مین نہ ہو یا ہو تو کمزور ہو بلکہ وہ ان دونو
درجون کے درمیان مین ہے، اگر وہ اپنے نفس کا کما حقہ احترام کرے تو فرشتون سے بھی اعلی ہو سکتا ہے
اگر نفسانی فرائض کی بجا آوری مین کوتاہی کرنے لگے اور بشریت کے تسلط کا مطیع ہو جائے تو تنزل کے
عمیق ترین قعر مین غرقاب ہو جاتا ہے ؎

آدمی زادہ طرفہ معجونیست	کز فرشتہ سرشتہ وز حیوان
گر کند میل این بود بہ ازین	ور کند میل آن شود بد ازان

باقی

[1] لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددناہ اسفل سافلین کے یہی معنی ہین،

ابو العلاء معری،

اور

معارضہ قرآن،

از

میمن عبدالعزیز صاحب پروفیسر عربی اورنٹیل کالج لاہور

میمن عبدالعزیز صاحب سے ناظرین معارف کافی طور پر روشناس ہین، آپ اگرچہ حقیقی طور پر صرف عربی زبان کے ادیب اور انشا پرداز ہین، لیکن ناظرین معارف کے لئے کبھی کبھی اردو زبان مین بھی لکھنے کی زحمت گوارا فرما لیتے ہین، حال مین آپ نے از راہ لطف اپنی کتاب «اخبار ابی العلاء و ما الیہ» کے ایک ٹکڑے کا خلاصہ معارف کو عنایت فرمایا ہے، جو شکریہ کے ساتھ درج کیا جاتا ہے، اصل عربی کتاب مصر سے چھپکر شائع ہو گی،

نہ صرف آج بلکہ ابو العلاء کے عہد سے یہ بات زبان زد خواص و عوام چلی آئی ہے کہ اس نے قرآن کے معارضہ مین ایک کتاب مسمی الفصول و الغایات (فی محاذاۃ السور و الآیات) لکھی تھی جسکی بابت نا[صر] خسرو علوی اور باخرزی صاحب دمیۃ القصر وغیرہ کی شہادت سے کہین بڑھکر خود ابو العلاء کی شہادت موجو[د] ہے دیکھو اسکی فہرست کتب (معجم الادباء ۱: ۱۸۰ و تاریخ الاسلام للذہبی) بلکہ بعض نے اتنا اور اضافہ کیا ہے کہ کسی نے کہا کہ تمنے کتاب تو خوب لکھی ہے مگر اس پر قرآن کی سی رونق کہان؟ اس پر اس نے جواب دیا کہ جب اسکو بھی چار سو سال تک محرابون مین رٹو گے تو وہ جلا پا جائیگی، (دیکھو الصبح المنبی ۱: ۳۲۰ و ذہبی وغیرہ) یہ کتاب نہ صرف آج بلکہ ہمیشہ سے مطلون چلی آتی ہے، یاقوت نے معجم الادباء (۶ × ۲۳۵) مین نقل

سقط الزند مین رضی و مرتضی کے والد کے مرثیہ مین کہتا ہے،

الموقدی نار القری الآصال و — یہ لوگ شام و صبح مہمانی کی آگ ہر نشیب و فراز مین

الاسحار بالاهضام و الاشعاف — روشن کرا تے ہین، جو سرخ ہوا ور جسکی لپٹین تاریکی مین

حمراء ساطعة الذوائب فی الدجی — اوپر کو اٹھتی ہین اور جو رین خیمے کے برابر ایک ایک

ترمی بکل شرارة کطراف — چنگاری پھینکتی ہے،

زمخشری معتزلی جس نے لڑکپن مین سقط الزند کو حرف بحرف یاد کیا تھا اور جس نے اپنی پند و وعظ کی مسجع کتابون مین ابو العلاء کی پوری پوری نقل اتاری ہے اسپر یون محسن کشی کرتا ہے:-

وکانہ قصد بخبثہ ان یزید علی تشبیہ — گویا اس نے اپنی خباثت سے قرآن کی تشبیہ پر اضافہ کرنا چاہا ہے اور

القرآن ولتبجحہ بما سوّل لہ من توہم — چونکہ اسے اپنے اس اضافہ پر بڑا گھمنڈ تھا اس لئے دوسرے بیت کو

الزیادۃ جاء فی صدر بیتہ بقولہ حمراء توطئة — لفظ حمراء سے شروع کیا تاکہ اس طرح وہ ڈھنڈورا پیٹے اور قارئین

لہا و مناداۃ علیہا و تنبیہا للسامعین علی — کی توجہ اپنے اضافہ کی طرف کھینچے، مگر اس اندھے کو خدا اسکو

مکانہا، ولقد عمی جمع اللہ لہ عمی الدارین — دونون جہانون مین اندھا ہی رکھے یہ قول تعالی وہن کان

عن قولہ عز و جل کانہ جمالات صفر فانہ — فی ہذہ اعمی الآیہ) کانہ جمالات صفر کا خیال نہ آیا کہ وہ بالکل سرخ

بمنزلة قولہ کبیت احمر وعلی ان فی التشبیہ — خیمے ہی کی طرح ہے، حالانکہ محل سے تشبیہ دینا دو وجہون سے

بالقصر وہو الحصن تشبیہا من جہة العظم — ہے یعنی ضخامت اور طول سے اور پھر کشتی کے رسّون سے تشبیہ دینا

والطول فی الہواء وفی التشبیہ بالجمالات — تین وجوہ سے ہے یعنی کہ ضخامت طول اور زردی (یا سرخی) سے

وہی القلوس تشبیہ من ثلاث جہات من — اسکے اسی چیز مین خیمے پر خدا کی مار ہو اور پھر

جہة العظم والطول والصفرۃ فابعدہ اللہ — ہوس اضافہ مین اس کے باچھین پھاڑنے پر بھی،

[۱] کشاف ۲: ۲۲۲، مطبوعہ مصر سنہ ۱۳۱۹ھ

اغرابه فی طرافة وما لغرابته فیه من

" " " "

استطرافه،

" " "

یہ تھا زمخشری یعنی فخر خوارزم کا طول طویل ہذیان جسکی عمارت اُس کے تخیل پر قائم کیگئی ہے ورنہ ظاہر ہے کہ اس نابینا نے جسکو یہ جنت کا داروغہ بنکر وہان بھی اندھا ہی رکھنا چاہتا ہے نہ کوئی معارضہ کا لفظ استعمال کیا ہے نہ مقابلہ کا، پھر یہ اتنی لے دے کاہے پر؟ امام فخر الدین نے خوب کہا ہے:-

ثم زعم صاحب الکشاف أنه قد ذکر ذلک	پھر صاحب کشاف کا خیال ہے کہ ابو العلاء نے اس بیت
معارضة لهذه الایة واقول کان الاولی	کو اس آیہ کے معارضہ مین کہا ہے، مین کہتا ہون صاحب
بصاحب الکشاف ان لایذکر ذلک الخ	کشاف کے لئے مناسب یہی تھا کہ ایسا نہ کہے الخ

خوارزم کے ایک اور بھی بزرگ ادیب ہین یعنی صدر الافاضل الخوارزمی مگر ان کا دماغ مطمئن اور انکی فطرت سلیمہ ہے کہتے ہین،

شبه الشرارة فی العظم والاستدارة	چنگاری کو ضخامت گولائی اور سرخی مین جر مین خیمے سے
والحمرة بالطراف...... وهذا من	تشبیہ دی ہے...... اور یہ مضمون اس آیہ سے
قوله تعالی ترمی بشرر الایة	ماخوذ ہے انہا ترمی الخ

عوام کا تو ذکر ہی کیا جب خواص ابو العلاء کے متعلق اس درجہ خوش عقیدہ ہین تو اوس بیچارہ کی قسمت کا فیصلہ معلوم،

(۷) ہم اب علی سبیل التنزل نہ علی سبیل التسلیم ایک اور واقعہ نقل کرتے ہین، عبد اللہ بن محمد بن سعید بن سنان الخفاجی نے اپنی کتاب الصدفہ مین لکھا ہے کہ قرآن فصاحت مین خارق عادت نہین

۱؎ ضرام السقط، ۲؎ معجم الادبا ۱، ۷، ۱۱ الصدفہ بالفاء بمعنے اتفاق ہے، مارگولیوتھ صاحب نے اسکو الصدقہ لکھا ہے،

جو اس کو نبی صلعم کے لئے معجزہ قرار دیا جا سکے، بلکہ ہر فصیح و بلیغ ایسا کلام لکھ سکتا ہے، مگر خدا نے انکو ایسا کلام بنانے سے باز رکھا ہے مگر اسکا مطلب یہ نہین کہ قرآن معجز ہے، متکلمین کی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے نیز روافض کا، بشر مریسی اور ابو القاسم المرتضی کا بھی یہی قول ہے، ہمنے یہان اس لئے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب ان متکلمین اور مرتضی وغیرہ کی تکفیر کیجائے اور پھر یہ ثابت ہو جائے کہ ابو العلاء بھی ان کا ہم خیال ہے تو اوسے بھی ان کے ساتھ ملا لیا جائے، مگر تکفیر مین اتنی عجلت نہ چاہیے، ابو العلاء کے زہد تقوی اور مواظبت علی الصلوات اور اس عہد کے بڑے بڑے محدثین و فقہا کے دوستانہ تعلقات سے جو اتہام مذکور کے منافی ہین ہم اور مضامین مین بحث کرین گے، نیز ہمنے اس کے الحاد و زندقہ یا اسلام و ایمان کے لئے مبسوط ابواب وضع کئے ہین، یہان تو صرف الفصول والغایات سے بحث تھی وبس،

تلخیص و تبصرہ

مجلس مستشرقین ہند،

۱۹۱۹ء مین مہاراشٹرا کے مشہور مورخ سر آر، جی بھنڈارکر نے جو بھنڈارکر ریسرچ انسٹیٹیوٹ کے بانی ہین، ہندوستان کے تمام مستشرقین کی ایک مجلس جو پونہ مین منعقد کی تھی، اوسی وقت سے اس نے ایک مستقل صورت اختیار کرلی ہے اور بڑے بڑے شہرون مین ہر سال اسکے جلسے ہوتے رہتے ہین چنانچہ اس کا اجلاس مشہور فرانسیسی ڈاکٹر سلوین لیوی کی زیر صدارت تقریبًا دو سال پہلے کلکتہ مین ہوا تھا اور اس کا تیسرا اجلاس گذشتہ دسمبر مین مدراس مین بہت کامیاب طریقہ سے ہوا

مجلس مستشرقین کو مدراس مین وہان کی یونیورسٹی نے مدعو کیا تھا، اس کے وائس چانسلر ڈاکٹر ای ایم، میکفیل مجلس استقبالیہ کے صدر تھے، پہلے صدارت کے لئے سر آسوتوش مکرجی انجہانی کا انتخاب ہوا تھا لیکن ان کی ناگہانی وفات کے بعد الہ اباد یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر گنگا ناتھ جھا اس عزت کے مستحق سمجھے گئے، ۵۰ سے زیادہ مضامین مختلف اساتذۂ علم نے پیش کئے، جو اپنے مباحث کے لحاظ سے بھی بہت متنوع تھے، مثلاً سنسکرت ادبیات، اسنار کا سنسکرت، پالی، جین اور دوسری پراکرت سے تعلق ویدی ادبیات ولسانیات، اثریات، کتبات، سکہ جات موسیقی، ہندی فنون، تاریخ، جغرافیہ، فلسفہ مشرقی اور سائنس معاشریات، نسلیات، فارسی، عربی، اردو وغیرہ،

ڈاکٹر میکفیل نے خیر مقدم کرتے ہوئے کانفرنس کے فوائد بتائے اور کہا کہ "یہ مجلس نہ صرف عہد ماضی کے معاملات پر روشنی ڈالتی ہے، بلکہ موجودہ ہندوستانی تمدن سے بھی اس کا بہت بڑا لگاؤ ہے، انھون نے تجویز پیش کی کہ مجلس کو ایک مجلسِ السنہ قائم کرنی چاہئے جو تمام ہندوستانی زبانون کا علمی طور سے مطالعہ

کرے" مجلس استقبالیہ نے مدراس کے گورنر ہز اکسلنسی وسکاؤنٹ گوشین کو مدعو کیا تھا کہ وہ اس مجلس کا افتتاح کرین، اس موقع پر ان کی تقریر بہت دلچسپ ہوئی، اپنی تقریر مین انھون نے ہندوستان کا قدیم ترین زمانہ سے دوسرے ممالک سے تعلق بتاتے ہوئے کہا کہ "اس نظریہ کی تصدیق ہوتی جاتی ہے کہ حملہ آور آریہ یہان کے قدیم باشندون سے بہت زیادہ متاثر ہوئے ہین" انھون نے بتایا کہ کس طرح ہندوستان اور بحر روم کی ارکین حکومت مین خوشگوار تعلقات قائم تھے اور کس طرح ایک جگہ کے علما دوسری جگہ کے علمار کی علمی سیاحت مین آزادانہ مدد کرتے تھے، انھون نے اس بات پر زور دیا کہ ہم کو اپنی تحقیقات کو کتابون کے علاوہ دوسرے ذرائع سے بھی وسعت و قوت پہنچانا چاہئے، اس کے بعد انھون نے ان عجیب و غریب عمارتون کا حوالہ دیا جو زمین سے کھود کر نکالی گئی ہین،

ڈاکٹر جہا نے اپنے عالمانہ خطبۂ صدارت مین اس بات پر زور دیا کہ ہندوستان کے جو مختلف مستشرقین ایک دوسرے سے الگ اور بے خبر رہکر تحقیقات کر رہے ہین ان مین تنظیم، معاونت اور باہمی استفادہ کی روح پیدا کرنی چاہئے، انھون نے اس الزام کی پر زور تردید کی کہ ہندوستانون مین تنقیدات حاسہ کا فقدان ہے اور بتایا کہ تجلی کے وقت سے اس عہد حاضر تک ہم کو جتنی مثالین ملتی ہین وہ سب اس غلط الزام کی تردید کرتی ہین، یونیورسٹیون کو اس طرف متوجہ ہونا چاہئے، انہون نے کہا کہ

"ہم کو زیادہ ساز و سامان کی ضرورت نہین ہے ہم کو ایک لائق دماغ ایک پر سکون مقام چند کتابون اور چند قلمی نسخون کی ضرورت ہے اور بس، اس مین کسی بڑی رقم کی ضرورت نہین لیکن اس کے لئے تنظیم لازمی ہے یہ ملک اس کثرت سے آب و آتش کے مظالم کا شکار ہوتا رہتا ہے اور ہر سال متعدد قلمی اوراق ان کے نذر ہوتے رہتے ہین اور یہ اتنا بڑا نقصان ہے کہ کوئی بڑی سی بڑی طاقت بھی لاکھون روپیہ خرچ کرکے اسکی تلافی نہین کر سکتی، اس کے ساتھ ہی ہماری یہ بھی بدبختی ہے کہ عوام کو اس قسم کے کامون سے بالکل دلچسپی نہین ہے، لیکن اب

بھی تحقیقاتی کام کے لئے مختلف مقامات موجود ہین مثلاً شمالی ہندوستان مین کلکتہ اور بنارس
اور جنوبی علاقہ مین بڑودہ، پونہ، مدراس، میسور، ٹراونکور وغیرہ، اس لئے ہم کو جو کچھ اس وقت
کرنا ہے وہ تنظیم محققین کی ہمت افزائی اور ان کے لئے سہولت بہم پہنچانا ہے، ممکن ہے کہ ہم کو چند
وظائف کی بھی ضرورت ہو، لیکن یہ وظائف بہرحال ان وظائف سے جو غیر ممالک کے لئے دئے
جاتے ہین، یقیناً کم ہونگے،،

قلمی کتابون کی تلاش بھی ہمارا کام ہونا چاہئے اور جن نسخون کے برباد ہونے کا خوف ہے، اور کی
نقل حاصل کیجائے ان کی طباعت کا مسئلہ اس کے بعد آتا ہے، مختلف مطابع کا اتحاد عمل اس کام کو کرسکتا

ڈاکٹر جھا کا خیال ہے کہ مولویون اور پنڈتون کی اشد ضرورت ہے، اور موجودہ طریقۂ تعلیم سے خطرہ ہے
اگلے قسم کے ٹھوس اصحاب پیدا نہ ہوسکین گے،

"طریقۂ امتحان کی وجہ سے گذشتہ ۲۰ یا ۲۵ سال مین مولویون اور پنڈتون کا وہ تبحر جس کے
لئے وہ مشہور ہین بہت کچھ کم ہوچکا ہے"

ہم کو اصول تحقیق پر بھی نظر ثانی کرنی چاہئے، اب تک جو کچھ ہوا ہے اس مین تعصب کو بھی بہت
بڑا دخل تھا، ہر شخص نے جس جملہ کے جو معنی پہنانے چاہے اسی کے مطابق اصل کتاب کے الفاظ بدل لئے،

ڈاکٹر جھا کے خطبہ کے بعد اس دن کا اجلاس ختم ہوگیا، اس کے بعد ارکان مجلس سنسکرت کالج مین
جہان مختلف سنسکرت کتابون مین سے متعدد حصے پڑھے گئے، اور متعدد تقریرین کیگئین دوسرے دن تمام
اور تیسرے دن کی پہلی نشست مین مجلس تین مختلف شعبون مین منقسم ہوگئی، اور ہر شعبہ مین مختلف مضامین
مختلف مباحث پڑھے گئے، اس کے بعد انتظامی مجلس کا اجلاس ہوا، کلکتہ کے اجلاس کی کارروائی پڑھی
گئی اور ۱۴ اشخاص کی مجلس مرتب کیگئی کہ وہ اس مجلس کا مستقل آئین تیار کرے، اس کے بعد الہ آباد
یونیورسٹی نے مجلس کو آئندہ سالانہ اجلاس کے لئے جو ۱۹۲۶ء مین ہوگا مدعو کیا،

معارف: ہم کو یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ مسلمان مجلس مستشرقین کی کارروائی مین بہت کم
دلچسپی لیتے ہین اور یہ صرف ہماری ناقابلیت ہی کا نتیجہ نہین ہے بلکہ ہمارے خالص
علمی ذوق کے فقدان کا نتیجہ ہے، اب جبکہ اس کا آئندہ اجلاس اس صوبہ کے دارالسلطنت مین جو اسلامی
تمدن و تعلیم کا صدیون تک مرکز رہا ہے، ہو رہا ہے، تو ہم کو امید رکھنی چاہئے کہ مسلمان علما و فضلا اپنی
علمی شرکت سے اپنی علمی زندگی کا ثبوت دینگے، اور ثابت کرین گے کہ مسلمان دوسرے کامون کی طرح
اس مین بھی اپنے برادرانِ وطن کے دوش بدوش چلنے کے لئے عملاً تیار ہین،

عہد بابل مین عورتون کا درجہ،

اثریات کی تحقیق جسقدر بڑھتی جاتی ہے اور بابل کے متعلق جس قدر واقعات روشنی مین آتے
جاتے ہین اُسی قدر یہ حقیقت زیادہ واضح ہوتی جاتی ہے کہ اس عہد مین صنف نازک کی حالت نہایت
قابل افسوس تھی، بابل مین ایک شوہر اپنی بیوی کا آقا ہوتا تھا اور اسکی حالت دوسرے غلامون سے
اچھی نہ تھی، چند سال پہلے قانون حمورابی کی دریافت سے ان قیود کا پتہ چلا تھا جو عموماً وہان کی اس صنف
پر عائد تھین، دوسری قانونی کتابون کے تراجم نے اس کے ساتھ یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ حکومت آشوریہ
جو حکومت بابل کے بعد وہان قائم ہوئی تھی، اور ہیتی حکومت جو اس کے اطراف مین تھی عورتون کے
لئے سخت ظالم تھی، جب کسی شوہر کو بیوی سے کوئی شکایت پیدا ہوجاتی تھی تو سب سے معمولی سزا جو
اس بدقسمت کو دیجاتی تھی وہ یہ تھی کہ اس کے دونون کان کاٹ لئے جاتے تھے اور اس طرح تمام
عمر کے لئے اس کو بدنام اور بدصورت کر دیا جاتا تھا، بعض اوقات ناک کا اگلا حصہ کاٹ لیا جاتا تھا، اگر
عورت کوئی بڑا قصور کرتی تو اسکی ناک اور دونون کان کاٹ لیے جاتے،

ماہرین اثریات نے اس ظلم و تعدی کے اسباب دریافت کر لئے ہین، اس کی سب سے بڑی وجہ
یہ تھی کہ مرد اپنی بیوی کو بھی دوسری ضروریات کی طرح بازار شادی سے جہان مفتوح اقوام کی حسین لڑکیان

فروخت کیجاتی تھین خرید لاتا تھا، یا کسی جنگ مین اس کو گرفتار کرکے اپنی بیوی بنالیتا تھا، پیدائش و تربیت کے لحاظ سے دونون فطرةً ایک دوسرے کے دشمن ہوتے تھے اور اسی وجہ سے ایک کو تمام عمر دوسرے پر اعتماد نہین ہوتا تھا، چونکہ مرد صاحب قوت وحکومت ہوتا تھا اس لئے وہ عورتون کے لئے جس قسم کے چاہتا ظالمانہ قوانین بنالیتا،

اگرچہ یہ واقعات ہم کو بابل کے مردون سے متنفر کردیتے ہین، لیکن تاریخ اُن کی مدافعت مین بعض بیانات پیش کرتی ہے، جو یقیناً قابلِ التفات وغور ہین، اس کا بیان ہے کہ یہ عورتین عموماً وحشی، پر از جذبات، ضدی، بے خوف اور سریع الغضب ہوتی تھین اور عموماً اہل بابل سے کم متمدن قبائل سے تعلق رکھتی تھین، اور صدیون کی جنگون کے بعد ان کو فتح کیا گیا تھا، ان مین سے اکثر اپنے شوہرون اور عاشقون کے آغوش سے زبردستی جدا کرکے بابلیون یا اشوریون کی بیوی بننے پر مجبور کی گئی تھین، اگرچہ بظاہر وہ اپنی قسمت پر مطمئن نظر آتی تھین، لیکن ان مین سے اکثر اس قید وبند سے متنفر تھین اس طرح ایک بابلی کو دوگونہ عذاب مین رہنا پڑتا تھا، مسٹر فلنڈرس پٹری نے ایک مضمون مین جو حال ہی مین قدیم مصر مین شائع ہوا ہے لکھا ہے کہ یہ حسین وحشی عورتین، گھر کو سنوارنے کے بجائے اسکے لوٹنے کی فکر مین رہتی تھین، پس اہل بابل مجبور تھے کہ وہ اپنی جان اور مال کی حفاظت کیلئے اس قدر سخت رویہ اختیار کرین،

اشوریہ مین ایک بیوہ کو یہ اجازت نہ تھی کہ وہ تنہا ایک مکان مین رہے، اسے اپنے بیٹے کے ساتھ رہنا پڑتا تھا، بابل کے قوانین کے رو سے عورت کو اپنے باپ سے جو ورثہ ملتا تھا اسکی مالک اسکی اولاد ہوتی تھی، اسی طرح شوہر کے مرنے کے بعد بھی عورت کو اسکی ملکیت پر کوئی حق نہ تھا بلکہ اولاد مالک ہوتی تھی اور اگر اولاد نہ ہو تو حکومت حقدار ہوتی تھی، اگر ایک عورت کی اولاد چھوٹی ہو تو وہ بلا جج کی اجازت کے دوسری شادی نہین کرسکتی تھی اور اسکی تمام جائداد صرف اولاد کا حق تھی، ہر شادی کے وقت ایک وثیقہ لکھنا پڑتا تھا اور اگر کسی عورت نے بلا وثیقہ شادی کرلی تو وہ دو سال تک بیوی نہین رہ سکتی تھی، طلاق بہت عام تھی اور عموماً شوہر کی مرضی وخوشی پر موقوف ہوتی تھی،

اخبارِ علمیہ

ماہرینِ نفسیات کا عرصہ سے یہ خیال ہے کہ مجرم کا دماغ جرم کے وقت ایک خاص حالت سے متاثر ہوجاتا ہے اور وہ جو کچھ کرتا ہے اُس کو اس دیوانگی مین جرم نہین سمجھتا اس لئے مجرم کو سزا دینے کے بجائے اس کے دماغ کا علاج کرنا چاہئے کہ یہ کیفیت دراصل ایک قسم کا اختلال ہے، امریکہ کے مختلف اساتذہ نے اس موضوع کا مخصوص طور سے مطالعہ شروع کیا ہے اور اس وقت تک ۱۰۰۰۰ اشخاص کی نفسی کیفیت کا مطالعہ کرچکے ہین، ان کا بیان ہے کہ یہ دماغی کیفیت بچپن ہی سے مجرم مین موجود ہوتی ہے، اور وہ ایک لڑکے کا صرف دو گھنٹون تک معائنہ کرنے کے بعد بتا سکتے ہین کہ آیا اس مین یہ کیفیت موجود ہے یا نہین، اور اگر ہے تو کس درجہ کی ہے؟ اس کے ساتھ ہی ان کا دعویٰ ہے کہ اگر کوئی مجرم ان کے سامنے لایا جائے تو وہ اسکے دیکھنے کے بعد بتادینگے کہ اس نے کس قسم کا جرم کیا ہے، لیکن اس سے عجیب تر بات یہ ہے کہ اگر ایک ایسے شخص کو لایا جائے جس مین اس قسم کی کیفیت کی صلاحیت موجود ہو اور اُس نے اس وقت تک کوئی جرم نہ کیا ہو تو وہ بتادینگے کہ وہ شخص آئندہ کس قسم کے جرائم کا ارتکاب کریگا اور اس حیثیت سے ان کی پیشین گوئی اکثر صحیح ہوئی ہے،

انکشاف امریکہ کے وقت ہی سے یہ روایت موجود ہے کہ امریکہ کی وحشی جنگلی اقوام مین ایک قوم بالکل گوری اور سفید کھال والی ہے، اسپین کے اولین فاتح امریکہ نے بھی بیان کیا تھا کہ اس نے وہان اس قسم کے باشندون اور ان کی آبادیون کے نشانات پائے تھے، اب ایک امریکن محقق ڈاکٹر ریچرڈ مارش نے اس قسم کے تین آدمیون کو گرفتار کرکے متمدن علاقہ مین لانے مین کامیابی حاصل کی ہے، لیکن اس

تصدیق نے اہل سائنس کی جماعت مین سخت مشکلات پیدا کر دی ہین، کیونکہ اس جماعت کی موجودگی کے اسباب و وجوہ اُن کی سمجھ مین نہین آتے اور وہ مختلف تاویلون سے اپنے نظریون کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہین،

ڈاکٹر ہنری، جے، شرمن نے حال ہی مین ایک مریضہ پر کامیاب عمل جراحی کرکے اس فن مین ایک بڑا انقلاب پیدا کر دیا ہے، ایک خاتون کی ناک کسی صدمہ کی وجہ سے چور چور ہو گئی تھی، ڈاکٹر مذکور نے اُس سے کہا کہ وہ اُس کی ناک دو صورتون سے درست کر سکتے ہین (۱) ناک کی نچلی ہڈی کی جگہ ہاتھی دانت کا ٹکڑا استعمال کیا جائے یا خود اُس کی پسلی کی ہڈی سے یہ کام لیا جائے، مریضہ نے موخر الذکر صورت کو ترجیح دیتے ہوئے خواہش کی کہ اس کی ناک پہلے سے زیادہ ستوان اور تنگ ہو، ڈاکٹر نے عمل جراحی کے ذریعہ سے اس کی پسلی کی ہڈی کا ایک ٹکڑا کاٹا اور پھر اسکی ناک اسکی خواہش کے مطابق بنا دی، خاتون اب بالکل اچھی ہے اور اب اسکی ناک پہلے سے زیادہ خوبصورت ہے،

بہرے اگرچہ تقریباً دنیا کی تمام چیزون سے حظ حاصل کرتے ہین، لیکن موسیقی اور آلاتِ موسیقی کی سمع نوازیون سے محروم ہین، اس بے بسی کو دیکھ کر امریکہ کے ایک موجد نے ایک آلہ ایجاد کیا ہے جس کے ذریعہ سے بہرے گرامفون کو نہایت آسانی سے سن سکتے ہین، اس نے ایک دھات کی ایک نلی بنائی ہے جس کا ایک سرا ریکارڈ پر ہوتا ہے اور دوسرا اُس شخص کے منھ مین، ریکارڈ مین حرکت ہوتی ہے اور اُس کے ساتھ ہی اُس کی آواز زبان اور دانتون کے ذریعہ سے بہرے کے دماغ مین پہنچتی ہے اور وہ اُس سے محظوظ ہوتا ہے، اس آلہ کا نام ڈینٹی فون ہے،

میجر ار، ای، چیسن، پہلا یورپین سیاح ہے جس نے عرب کے صحرائے جعفرا اور جابرین کی نہ صرف سیاحت کی ہے، بلکہ ان کے مناظر کی متعدد تصاویر لانے مین بھی کامیابی حاصل کی ہے، اُس نے حال مین رائل جاگرفیکل سوسائٹی (شاہی جغرافی مجلس) کے سامنے اپنے مشاہدات پر ایک دلچسپ تقریر کی جس کے دوران مین اُس نے کہا کہ یہ صحرا مواج و متحرک ریت کا ایک سمندر ہے، اُس نے وہ مچھلیان دکھائین جو اُس نے ایک گرم چشمہ مین پکڑی تھین، اُس وقت اس کے پانی کی حرارت ۱۰۰ ڈگری تھی، اور بالکل انسانی استعمال کے لائق نہ تھا، ساحل ادقیر پر ایک منہدم شہر کے پاس اُس نے گانے والی ریت دیکھی جہان ہر قدم پر ریت سے ایک سریلی آواز نکلتی تھی،

نجومیون کا خیال ہے کہ مختلف ستارے، اُن مختلف حالات اور مدارج کو پیش کرتے ہین جن سے تمام ستارے گذرتے ہین، مسٹر اڈورڈ کنڈن نے جو جامعہ فلیڈلفیا کے مشہور استاذ فلکیات ہین حساب نکالکر بتایا ہے کہ عام طور سے ایک ستارہ کی عمر ....۳ سال کی ہوتی ہے ہم کو امید ہے کہ یہ طوالتِ عمر ان اشخاص کو جو آفتاب کے متعلق بہت کچھ مشکوک و خائف ہین مطمئن کر دیگی، کیونکہ وہ بھی ایک ستارہ ہے، آفتاب ہر لمحہ (سکنڈ) مین ......۴ ٹن ارجی ضیا باری مین صرف کرتا ہے، پھر بھی فلکی اعداد بتاتے ہین کہ آفتاب اربون سال سے ہے اور ابھی اربون سال تک بلا کسی قسم کی کمی کے قائم رہے گا،

فرانس، ہند اور چینی علاقہ کے ایک فراموش کردہ شہر کمبوڈیا مین ایک قدیم ترین معبد کھود کر نکالا گیا ہے، پروفیسر اے، این، مرزاف کا جو اثریات کے بہت بڑے ماہر ہین، اور جنھون نے ان آثار کا مطالعہ و معائنہ کیا ہے، بیان ہے کہ اس معبد کے ذریعہ قدیم ترین چینی اور ہندوستانی مشترک تمدن و تعمیرات کی تاریخ پر کافی روشنی پڑیگی، اس معبد کا احاطہ میلون تک ہے،

سیاسی حیثیت سے حکومت برطانیہ کا ولیعہد بہت اہمیت رکھتا ہے، لیکن اب ماہرینِ علوم کی تو
بھی اُس کی طرف منعطف ہو رہی ہے اور یہ علم دوست اصحاب اس حیثیت سے اس ہستی کا مطالعہ کر رہے ہین
کہ ایک شخص مین اُس کے خاندانی خصائص کے کس قدر اثرات موجود ہوتے ہین خوش قسمتی سے ولی عہد
مذکور کی ذات ہی اس وقت ایک ایسی ذات ہے جن کے اسلاف کی مکمل تاریخ سے لوگ اچھی طرح واقف
ہین اور اس روشنی مین وہ ان کا مطالعہ کر رہے ہین، چنانچہ لندن کے مشہور علمی رسالون نے اس حیثیت سے
ان پر مبسوط مصور مضامین گذشتہ ماہ مین شائع کئے ہین،

جس طرح ہندوستان کے وہ بدبخت مجرم جو اپنے اعمال کی پاداش مین حبسِ دوام بعبور دریا
شور کی سزا پا کر جزائر انڈمن کو بھیجدئے جاتے ہین، اسی طرح فرانس کے ملزمین جنوبی امریکہ کے قریب فرانسیسی
گینی کے جزیرۂ سلامتی مین منتقل کر دیئے جاتے ہین، اس جزیرہ کا نام عام طور سے شیطانی جزیرہ ہے، اور وہان
شاید ہی کوئی شخص زندہ واپس آتا ہے، اس جزیرہ کا تخیل اس قدر خوفناک ہے کہ مجرمین کو ایک قفس نما
جہاز مین لیجایا جاتا ہے کیونکہ اگر ان کو آزاد چھوڑ دیا جائے تو وہ سمندر مین کود کر ہمیشہ کے لئے آغوشِ موج
مین سو رہنے کو اپنے لئے بہترین زندگی سمجھتے ہین،

امریکہ کے ماہرین علم الحیوانات کا خیال ہے کہ امریکہ مین پہلے گھوڑے موجود نہین تھے سب سے پہلے اہلِ اسپین
۱۶ گھوڑے یہان لائے اور ۱۰ سال کے عرصہ مین ان کی تعداد ۳۰۰۰ ہو گئی، وہ اسی تناسب برابر بڑھ
رہے ہین اور اب ہر جنگل مین ہرنون اور بھینسون کے گلون کی طرح ان کے بھی بڑے بڑے غول
نظر آتے ہین،

ادبیات

عرار نجد

از مولوی وحیدالدین صاحب سلیم کرشنا منزل چراغ علی کی گلی حیدرآباد دکن

قافلے پھرتے ہین مجنون سے بیابانون مین — تیرے محمل کا نشان گم ہے شتربانون مین
چشمۂ حسن ترا جب سے اُبلتا دیکھا — ایک طوفان ہے برپا مرے ارمانون مین
پیرہن کس کا بسا لائیگی تو اے بادِ صبا! — نکہتین دوڑتی پھرتی ہین گلستانون مین
کس کی قسمت ہے کہ اُس صبح کا جلوہ دیکھے — چھُپ رہی ہے جو حسینون کے گریبانون مین
ندیون کا مجھے ڈر ہے، نہ سمندر کا خطر — کھیلتی پھرتی ہے کشتی مری طوفانون مین
اس طرح جلتی ہے قومون مین تعصب کی ہوا — دوڑتی آگ ہے جس طرح نیستانون مین
کاوشین دردِ محبت کی نہ مجھ سے پوچھو — گم ہوئے ڈوب کے نشتر مری شریانون مین
چپے چپے پہ یہان دفن ہے گنجینۂ عشق — یہ صدا گونجتی ہے نجد کے ویرانون مین
ہم مسلمانون کے ایمان پہ ہے قبضہ جسکا — اُس خدائی کا پتہ ملتا ہے بت خانون مین
چشمِ میگون سے تری اُن کو بھلا کیا نسبت — یہ چھلکتے ہوئے ساغر ہین جو میخانون مین
داستان جورِ فلک کی نہ ہوئی ختم، نہ ہو — محفلین مٹ گئین جم جم کے شبستانون مین
روح بالیدہ ہو جس سے وہ طرب کا سامان — گم ہے اے دولتِ دنیا [illegible]نون مین
دینگے اے زہد یہ تیرے خس و خاشاک کو پھونک — جو شرر ہین مے گلرنگ کے پیمانون مین
ایک ہی دین کے پابند ہین سب اہلِ وفا — ایک زنجیر کی جھنکار ہے دیوانون مین

(ق)

زندہ رہنے کا اُنھین حق نہین دنیا مین سلیمؔ — جب ترقی کی امنگین نہ ہون انسانون مین
خاک مین ان کو ملا دیتی ہے خود بادِ صبا — تو تین نشو و نما کی نہ ہون جن دانون مین

غزل

جنابِ عبدالسمیع صاحب اثر صہبائی، بی اے (آنرز)،

مری ہر سانس کو سب نغمۂ محفل سمجھتے ہین — مگر اہلِ دل آوازِ شکستِ دل سمجھتے ہین
گمان کا شانۂ رنگین کا ہے جس پر نگاہون کو — اُسے اہلِ نظر گردِ رہِ منزل سمجھتے ہین
الٰہی کشتیِ دل بہ رہی ہے کس سمندر مین! — نکل آتی ہین موجین ہم جسے ساحل سمجھتے ہین
طرب انگیز ہین رنگینیان فصلِ بہاری کی — مگر بلبل انھین خونِ رگِ بسمل سمجھتے ہین
پگھل کر دل لہو ہو ہو کے بہ جاتا ہے آنکھون سے — ستم ہے شمع کو جو زینتِ محفل سمجھتے ہین
ٹھکانا پھر کہان ہے برق رفتارانِ وحشت کا! — کہ وہ منزل کو بھی سنگِ رہِ منزل سمجھتے ہین

بگولے اُڑ رہے ہین جو ہمارے دشتِ وحشت مین
انھین کو اے اثرؔ ہم پردۂ محمل سمجھتے ہین؛

غزل

جناب سید عابد علیصاحب عابدؔ بی اے لاہور

دل کو اب اپنی بات پہ اصرار کیون نہ ہو — گستاخ ہو چکا تو گنہگار کیون نہ ہو
یہ رنگ ہو تو دیدۂ خون ریز کیون نہ ہو — یہ حال ہو تو آہ شرر بار کیون نہ ہو
آنکھون نے اُن کو دیکھ کے اقرار کر لیا — اب لاکھ جرم شوق سے انکار کیون نہ ہو
چھوڑینگے ہم بھی ضد نہ کشود نقاب کی — ہر چند ہم پہ بارشِ انوار کیون نہ ہو

شاید وہ جانتے ہین اسے بندۂ ہوس — دل کو ندامت کرم یار کیون نہ ہو
تھی مدتون نصیب اسے تیری دوستی — دل تیری دشمنی کا سزاوار کیون نہ ہو
اس کیف نیم خواب کو ہم اور کیا کہین، — آنکھون کا نام فتنۂ بیدار کیون نہ ہو

عابدؔ بھلا رئیس مئے لعل کیون رہے،
کیفِ نگاہِ یار کا سرشار کیون نہ ہو،

پیغامِ عمل

از مسٹر عبدالرحمٰن سعید بی، اے بی، ٹی ضلع لائل پور

انقلاب آئین ہے ہر بزمِ جہان زندگی — مطلعِ آثارِ غم ہے آسمانِ زندگی
فتنۂ محشر نما ہے داستانِ زندگی — شورشِ پیہم ہے بحرِ بیکرانِ زندگی

زندگی اِک عرصۂ جنگ و جدل کا نام ہے
جس کا ہر ذرہ محیطِ کشورِ آلام ہے

آمدِ ایام کیفیات سے معمور ہے — یاس و امید و نشاط و غم بلا دستور ہے
خاک کا پتلا اسی آئین پہ مجبور رہے — اس کشاکش مین مگر رازِ نہان مستور ہے

روز و شب در جستجوئے دردِ بے درمان بباش
دامنِ راحت گذار و در طلب حیران بباش

مطبوعاتِ جدیدہ

فطرتِ نسوانی، پروفیسر ہنری مارین، فرانس کے مشہور استادِ اخلاقیات ہین اور عرصہ تک وہان اخلاقی کالج کے پروفیسر رہ چکے ہین، نسائیات کا اُنھون نے خاص طور پر مطالعہ کیا ہے اور اس پر فرانسیسی زبان مین مسلسل لکچر دیئے ہین جنکا ترجمہ عربی زبان مین الهلال مصری کے فاضل اڈیٹر امیل زیدان نے ایک مفید مقدمہ کے ساتھ کیا ہے اور اب مولانا عبد السلام صاحب ندوی کے پرزور قلم نے اس کو اپنے مخصوص رنگ مین اردو کا جامہ پہنا کر ملک کے سامنے پیش کیا ہے، پروفیسر موصوف نے ان تقریرون مین فلسفیانہ طور پر عورت کی اخلاقی، معاشرتی، اور ذہنی تاریخ بیان کی ہے اور اسی فلسفیانہ انداز مین عورت اور مرد کے فطرت و اخلاق کا موازنہ کیا ہے، کتاب کے شروع مین مولانا کا ایک دیباچہ ہے اور اصل کتاب ایک مقدمہ، ۱۳ فصلون اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے، جن مین مختلف طریقون سے فطرت نسوانی کے ہر پہلو پر دلچسپ طریقہ سے روشنی ڈالی گئی ہے، کتاب پراز معلومات مفید اور جاذب توجہ ہے، اور مولانا کے سحر نگار قلم نے اس ترجمہ کو ایک مستقل تصنیف بنا دیا ہے، کتاب کی طباعت اچھی ہے البتہ بعض طباعتی غلطیان موجود ہین، ضخامت ۱۹۸ صفحات قیمت عمر منیجر صوفی پرنٹنگ ورکس، پنڈی بہاء الدین گجرات سے مل سکتی ہے،

نقشِ فرنگ، جناب قاضی عبد الغفار صاحب عالم صحافت مین تقریباً ۱۸ سال سے روشناس ہین اور ہمدرد، جمہور، اور صباح کے پڑھنے والے ان سے اور ان کے طرز انشاء سے واقف ہین، عہد تحریک خلافت مین حکومت برطانیہ نے مجالس خلافت کے صدر اور دوسرے اہم اشخاص کو لندن بلایا تھا جن کے ساتھ قاضی صاحب بھی وفد کے سکریٹری کی حیثیت سے گئے تھے، یہ دلچسپ کتاب دراصل اسی سفر کے حالات، نتائج اور اثرات کا مجموعہ ہے، اور اس مین مغربی تمدن وتہذیب اور حیاسوز طرز معاشرت کا جو صحیح نقشہ دکھایا گیا ہے وہ دیدۂ عبرت کے لئے موجب بصیرت ہے، اس سفرنامہ سے برطانیہ اور دوسری اقوام یورپ کی سیاسی پالیسی پر بھی کافی روشنی پڑتی ہے، کتاب بہت دلچسپ اور سبق آموز ہے، مغربی فضا رسے مسموم الدماغ نوگرفتاران دام یورپ کے لیے تریاق ہے، لکھائی چھپائی اچھی ہے، البتہ طباعت کی غلطیون سے خالی نہین ہے، دار الاشاعۃ پنجاب لاہور نے اسے شائع کیا ہے، قیمت عہر،

لیلیٰ، ایڈورڈ بل ور (EDWARD BALWER) پہلے لاڈ لٹن تھے اور انکی مفصل سوانح ان کے پوتے ہز اکسلنسی ارل لٹن (موجودہ گورنر بنگال) نے دو ضخیم جلدون مین لکھی ہے اوس کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ایڈورڈ بلور کی ترقی مین انکی ادبی تصانیف کا کتنا بڑا حصہ ہے، وہ اپنے عہد سے اس وقت تک مقبول عام مصنف ہین اور انکی کتابین اس وقت سے اب تک مسلسل چھپکر بک رہی ہین، لیلیٰ ان کا ایک تاریخی افسانہ ہے جس مین انھون نے اُس وقت کا جبکہ آخری اسلامی چراغ گل ہو رہا تھا مفصل نقشہ کھینچا ہے، سب سے پہلے جسٹس سید محمود نے تہذیب الاخلاق مین اس کا ترجمہ شائع کرنا شروع کیا تھا لیکن وہ چند فصلون سے زیادہ اردو مین منتقل نہ کر سکے، اس کے بعد متعدد مرتبہ اس کے ترجمہ کی کوششین کیگئین لیکن وہ سب ناکامیاب رہین اب جناب امتیاز علی صاحب تاج نے اسکا مکمل ترجمہ کیا ہے اور ہر اُس شخص کو جو اندلس کے مسلمانون کی تباہی کی تاریخ جاننا چاہتا ہے یہ کتاب پڑھنی چاہئے، کتاب پانچ بابون پر منقسم ہے اور ہر باب مین متعدد فصلین ہین ابتدا مین جسٹس محمود مرحوم کی لکھی ہوئی مختصر اسلامی تاریخ اندلس بھی ہے جس کو زیادہ واضح ہونا چاہئے تھا، کتاب ۲۶۲ صفحات کی ہے، طباعت اچھی ہے، قیمت عہ، دار الاشاعۃ پنجاب لاہور سے طلب کیجئے،

اسوۃ النبی صلعم، اس کتاب مین مولوی زاہد القادری صاحب نے مختلف یورپین مصنفین

بعض غیر مسلم انشا پردازون اور آخر مین اپنے ایک مسلم دوست کی تحریرون کو جمع کیا ہے، اول الذکر صنف مین ہم کو ٹالستائی، اسکر دائل، مسز اینی بسنٹ، ڈیل ڈراٹی، لیبان، آرتھر اگلیمان وغیرہ نظر آتے ہین، پھر سوامی دیو یکانند ہین، اور آخر مین محمد عزیز احمد خانصاحب کی تحریر ہے، جن مین بعض بیجا قسم کے جملے ہین، یہ کتاب اس حیثیت سے کہ اغیار پیغمبر اسلام کو کس نظر سے دیکھتے ہین، اچھی ہے، صفحات ۶۰، قیمت ۸ر منیجر ہلالی پریس دہلی سے مل سکتی ہے،

عروس سمرنا ترکی کے موجودہ قائد اعظم مصطفےٰ کمال پاشا نے اپنی خدمات جلیلہ کی وجہ سے اسلامی دنیا مین اپنے کو محبوب و مشہور کر لیا ہے، اور اردو مین انکے متعدد سوانح شائع ہو چکے ہین بعض افسانہ نویسون نے بھی ان کو اپنا ہیرو بنایا ہے اور اس کتاب کے ہیرو بھی وہی ہین، جناب زاہد القادری صاحب نے اس مختصر افسانہ مین ان کی زندگی کو مختصر لیکن غیر مربوط طریقہ سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے، طرز تحریر عامیانہ ہے، صفحات ۴۴ ہین اور اس اعتبار سے قیمت ۸ر زیادہ معلوم ہوتی ہے، یہ کتاب بھی ہلالی پریس دہلی سے مل سکتی ہے،

سرمایۂ سعید، وقف علی الاولاد کا مسئلہ ایک مذہبی مسئلہ ہے، لیکن ہماری بدقسمتی سے ۱۸۹۴ء مین پریوی کونسل مین بعض مقدمات کا فیصلہ اس طرح سے ہوا جس سے یہ مسئلہ بالکل اپنے اثر کو کھو بیٹھا، اس وقت سے پھر قانون بنانے کی کوشش جاری رہی، اور آخر مین علامہ شبلی نعمانی ہونے اس کے متعلق مکمل کارروائی کی اور ارکان مجلس واضع قوانین کے ذریعہ وہ اس مین کامیاب ہوئے اور ایکٹ نمبر ۶ سنہ ۱۹۱۳ء کے ذریعہ اسے سرکاری قانون کی شکل دیگئی، اس رسالہ مین منشی حمید احمد صاحب سب جج بانده نے اس مسئلہ اور اس ایکٹ کی توضیح کی ہے، ابتدائی مضمون مین اس مسئلہ کی ضرورت، اسکی اہمیت اور عہد بعہد مین اسکی تاریخ پر روشنی ڈالی ہے، بعد مین قانون کا ترجمہ ہے پھر اس کے لکھنے کے ذرائع اور دستاویز کی مثالین دیگئی ہین لکھائی چھپائی اچھی ہے، قیمت ۸ر مصنف سے طلب کیجئے،

مجلد شانزدہم | ماہ شعبان ۱۳۴۳ھ مطابق ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۵ء | عدد سوم

مضامین